اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

# پانچویں امام

یعنی



# امام محمدؐ باقر علیہ السلام

کی



# مختصر سوانح عمری

شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے

مرتبہ شمس الواعظین مولانا سیدؔ ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی مدظلہ

باہتمام مرزا محمد جواد

نظامی پریس لکھنؤ میں چھپکر شایع ہوئی

# فہرست

## باب اول

## باب دوم



## باب سوم

# دیباچہ

ہماری یہ کتاب چہاردہ معصومین علیہم السلام کے سلسلہ حالات کی ساتویں کڑی ہے جو خصوصیت سے شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے لکھی گئی ہے اس سلسلہ میں اس کا پورا لحاظ ہے کہ عملی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں عملی جوش پیدا ہو۔ اور وہ جان سکیں کہ ان کے مذہبی پیشوا اور دینی رہنما روحانی کمالات کے کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے ۔ اس زمانہ میں جب کہ انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب و مذہبیات سے بالکل بے خبر بنا دیا ہے اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی مختصر رسالوں کی صورت میں ترتیب دئے جائیں تاکہ لڑکے اور لڑکیاں عورتیں یا کم پڑھے لوگ ان کو پڑھکر مذہبی معلومات حاصل کریں۔ ہم نے اس سلسلہ میں معتبر و موثق روایات کو درج کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے اور محض تاریخی واقعات کے بیان پر اکتفا کی ہے زبان کو حتی المقدور آسان اور زمانۂ حال کے موافق بنایا ہے۔ امید ہے کہ ہماری یہ خدمت مقبول خاص و عام ہو گی۔

ناچیز مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پانچویں امام حضرت محمد باقر علیہ السلام



## باب اوّل

حالات وواقعات

### ۱- ابتدائی حالات

ہمارے پانچویں امام حضرت محمد باقر علیہ السلام ۳ رماہ صفر ۵۷ھ میں مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ہمارے چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام اور مادر گرامی حضرت ام عبداللہ بنت حضرت امام حسن علیہ السلام تھیں یعنی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پوتے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے نواسے تھے۔ یہ شرف آپ ہی کو حاصل تھا کہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے علوی تھے۔

آپ کا اسم گرامی محمد تھا ابوجعفر کنیت اور باقر لقب۔ واقعہ کربلا میں آپ کا سن تقریباً تین سال تھا۔ اس عظیم الشان واقعہ کے بعد آپ ہمیشہ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ رہے اور پینتیس ۳۵ برس تک انھیں سے علوم حاصل کرتے رہے۔ اگرچہ حضرت کی عمر کا ابتدائی حصّہ کسی قدر سہولت و اطمینان سے گزرا

تاہم خدشہ سے خالی نہ تھا۔

## ۲۔ حضرت رسول خدا صلعم کا سلام

امام محمد باقر علیہ السلام کے بچپن کا زمانہ تھا کہ حضرت رسول خدا صلعم کے مقدس صحابی جناب جابر بن عبداللہ انصاری اُن سے ملنے کے لئے آئے ہاتھوں پر بوسہ دیکر کہنے لگے - ایک دن میں حضرت رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اُس وقت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھے اور پیار سے ان کے لبوں کا بوسہ دے رہے تھے - مجھ سے فرمانے لگے - اے جابرؓ میرے فرزند حسینؑ کا ایک فرزند ہوگا جس کا نام **علی** ہوگا روز قیامت ایک منادی ندا کرے گا کہاں ہیں **علی بن الحسین**؟ وہ اُٹھ کھڑے ہونگے اور قرب الٰہی میں جگہ پائیں گے - ان کے ایک فرزند ہوگا جس کا نام **محمد** ہوگا اے جابر! جب تم ان سے ملنا تو میرا سلام پہونچا دینا۔

حضرت جابر آخر عمر میں جبکہ آنکھوں سے کم دکھائی دیتا تھا سر پر سیاہ عمامہ باندھے مسجد رسول میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور اکثر پکارا کرتے تھے **یا باقر، یا باقر**، لوگ یہ سنکر کہتے تھے - جابر دیوانے ہوگئے ہیں - جب اس نام کا کوئی شخص ہی نہیں تو پکارنا کُھلی دیوانگی ہے - جابر فرماتے تھے - خدا کی قسم نہ یہ جنون ہے نہ بکواس ہے بلکہ اصلیت اس کی یہ ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلعم سے سنا ہے کہ اے جابر تم میرے **اہلبیت** میں سے ایک ایسے شخص کو پاؤ گے جس کا نام میرا سا ہوگا اور عادتیں بھی میری سی - جب تم اُس سے ملنا تو میرا سلام کہدینا پس میں اسی کا نام لیکر خوش ہوا کرتا ہوں - (بروایت امام طبرانی - امام ابن مدینی)

---

سلہ صواعق محرقہ ۱۲

جناب جابر کیسے خوش نصیب تھے کہ پانچ اماموں کا زمانہ دیکھا اور ان کی صحبتوں میں بیٹھ کر روحانی فیوض حاصل کئے۔

ایک دن جبکہ امام محمد باقر علیہ السلام کم سن تھے جابرؓ ان کے پاس سے گذرے تو کہا۔ صاحبزادے! ذرا میرے قریب آؤ۔ جب وہ تشریف لائے تو کہا ذرا پیچھے جاؤ۔ جب آپ پیچھے ہٹے تو جابرؓ نے کہا واللہ! یہی چال ڈھال پیغمبرؐ خدا کی تھی۔ پوچھا صاحبزادے تمھارا کیا نام ہے۔ فرمایا محمدؑ جابرؓ نے کہا آپ کس کے صاحبزادے ہیں فرمایا علی بن الحسینؑ کا بیٹا ہوں جابرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ ہی باقر ہیں فرمایا ہاں میں ہی ہوں جابر نے یہ سُن کر آپ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا میری جان آپ پر قربان ہو حضرت رسول خدا نے آپ کو سلام کہا ہے (مناقب شہر آشوب) اس کے بعد جب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے گھر واپس آئے تو امام زین العابدینؑ علیہ السلام سے یہ واقعہ بیان کیا۔ فرمایا بیٹا! تم زیادہ گھر سے باہر نہ نکلا کرو کیونکہ ان فضائل و مراتب کو سُن کر لوگ تم سے حسد کریں گے اور تمھاری ایذا کا باعث ہوں گے۔

جناب جابر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں روز حاضر ہوتے تھے اور جب تک شرف ملاقات حاصل نہ کر لیتے تھے واپس نہ جاتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام باوجودیکہ کم سن تھے لیکن چونکہ انکا سینہ علوم ربانی اور رموز یزدانی سے پُر تھا اس لئے جابرؓ کو برابر کچھ نہ کچھ تعلیم فرماتے رہتے تھے۔

اس سے زیادہ زمانہ کی ناقدری کیا ہو گی کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ایسی باکمال ذات کی فیض رسانی سے محروم رہی۔ حسد کی انتہا یہ تھی کہ جناب

ان کو روکتے اور طعنہ دیتے تھے بلکہ بعض اوقات ایذا رسانی پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ اگر امام علیہ السلام اپنے آبائے طاہرین سے کوئی حدیث نقل فرماتے تھے تو لوگ اُسے نہیں مانتے تھے اور جب یہ فرماتے تھے کہ جابر نے جناب رسولؐ خدا سے یہ روایت کی ہے تو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ خیال کرو اس عداوت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

## ۳۔ زمانۂ امامت

امام زین العابدین علیہ السلام نے ۹۵ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہمارے پانچویں امام قرار پائے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں لیکن سب میں علم و عبادت و زہد کی رو سے امام محمد باقر علیہ السلام ہی اپنے پدر بزرگوار کے اصلی وارث تھے عمر بھر آپ کا صرف یہی کام رہا کہ یا تو اپنا وقت عبادت الٰہی میں گزارا یا لوگوں کو علوم دین کی تعلیم دینے میں۔ جن لوگوں کی قسمت میں یہ دولت تھی وہ بڑے شوق سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں عطارؒ، ابن جریح۔ ابو حنیفہ، امام زہری، امام اوزعی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مذہب اہلسنت کے بڑے معتبر و مقتدر پیشوا کہلاتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو سیاسی معاملات سے کبھی کوئی تعلق ہی نہیں رہا آپ سلطنت کے بکھیڑوں سے ہمیشہ اپنے کو الگ کئے رہے۔ حضرت کے زمانہ میں سلاطین بنی اُمیّہ کو پورا عروج حاصل تھا اور ان کے جاہ و جلال اور شوکت و اقبال کے ہر طرف جھنڈے گڑے ہوئے تھے لیکن حضرت کو

کبھی ان سے جھجک پیدا نہیں ہوئی - جو بات حق ہوتی تھی آپ اُسی پر قائم رہتے تھے اور بادشاہ وقت سے ایک آن کے لئے کسی غلط بات کی طرف توجہ نفرماتے تھے - آپ بڑے اطمینان سے امور دین کی تعلیم دینے اور ان کے جاری کرنے میں مصروف رہتے تھے - بنی امیہ چونکہ پچھلے تجربوں سے اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ یہ لوگ زر اور زور سے قابو میں آنے والے نہیں یہ تو نصرت دین میں جان تک کی پرواہ نہیں کرتے لہذا بادشاہ وقت زیادہ سختی سے کام نہ لیتا تھا -

## ۴ - بادشاہ وقت کا مشورہ



ایک بار قیصر روم نے جو کٹر عیسائی اور دین اسلام کا سخت دشمن تھا عبد الملک بادشاہ شام کو یہ لکھ بھیجا کہ اس مرتبہ جو ہمارے ملک میں سکّے ڈھالے جائیں گے تو اُن پر کچھ ایسے کلمات تحریر ہوں گے جو عقائد اسلامی کے خلاف ہوں گے - اُس نے یہ دباؤ اس لئے دیا تھا کہ اسوقت تک اسلامی سلطنت میں اپنا ذاتی سکّہ نہیں تھا بلکہ رومی سکّہ چلتا تھا -

عبد الملک نے بادشاہ روم کے اس قصد سے آگاہ ہو کر ملک کے تمام عُقلا کو جمع کیا تاکہ اس بارہ میں مشورہ کرے - اس جلسہ میں ہمارے پانچویں امام بھی تشریف فرما تھے - جب بالاتفاق سب نے یہ طے کر دیا کہ آئندہ اسلامی سلطنت میں اسلامی سکّہ چلنا چاہیئے اور عیسائی سکّہ کا رواج قطعاً بند کر دیا جائے تو اب یہ معاملہ زیر بحث ہوا کہ اسلامی دینار پر لکھا کیا جائے تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ایک طرف تو لا الہ الا اللہ ہونا چاہیئے اور دوسری طرف محمدؐ رسول اللہ سب نے اس رائے کو بے حد پسند کیا اور اسلامی

---

[illegible]

ٹکسال سے جو سکّہ نکلا اس پر یہی عبارت تحریر تھی۔

## ۵۔ ایک عقدۂ مشکل کو حل کرنا

جب عبدالملک کا بیٹا ہشام بادشاہ ہوا تو لوگوں نے اس کے دربار میں یہ درخواست گزرانی کہ شام و عراق سے آنے والے حاجیوں کو مکہ کے راستہ میں ایک منزل پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے ایسی سخت تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے کہ اکثر لوگ پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں۔

یہ شکایت ایک مدت سے چلی آ رہی تھی لیکن عرب کی سنگلاخ زمین میں کنواں کھودنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ آخر جب حاجیوں کی طرف سے پے در پے کئی درخواستیں گزریں تو سلطنت نے وہاں ایک کنواں کھدوانے کا انتظام کیا۔ مزدوروں کی ایک بڑی جماعت وہاں پہونچی اور کام شروع کیا لیکن زمین کچھ ایسی سخت تھی کہ دن بھر کھدائی ہوتی تھی مگر ہاتھ دو ہاتھ سے زیادہ نہ کھد سکتی تھی۔ خدا خدا کر کے لگاتار کوششوں سے پانی کی سطح تک پہونچے۔ لیکن قدرت خدا دیکھو بجائے پانی پھوٹنے کے وہاں سے ایک ایسی گرم اور جھلسنے والی ہوا نکلی کہ جتنے مزدور اندر کام کر رہے تھے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ جو لوگ اوپر کھڑے مٹی کھینچ رہے تھے بڑی دیر تک اس انتظار میں رہے کہ ٹوکریاں بھری جائیں تو اوپر کو کھینچیں لیکن جب ٹوکری نہ بھری گئی اور اندر کے مزدوروں کی کوئی آواز سنائی نہ دی تو سخت انتشار پیدا ہوا۔ کچھ اور لوگ نیچے اُترے لیکن ان کا وہی حشر ہوا۔ شعلہ خیز ہوا نے ان کو بھی جھلس کر رکھ دیا۔ غرض اسی طرح لوگ اُترتے گئے اور مرتے گئے۔ انجنیر سخت پریشان اور اوپر والے بڑے حیران کہ یہ ماجرا کیا ہے جو اندر

جب یہ خبر ہشام بن عبدالملک کو پہونچی تو وہ بہت چکرایا - ارکان سلطنت کو جمع کرکے اس واقعہ کو بیان کیا - لیکن کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی - ہشام سخت متردد تھا کہ اب کیا کرے بہت روپیہ ضایع ہوچکا. بہت سے آدمی ہلاک ہوچکے - اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو شکایت بدستور باقی رہے گی اور اگر دوسری جگہ کھدوایا جائے تو اتنا ہی روپیہ اور درکار ہے - پھر بھی خدا جانے کیا صورت پیش آئے - غرضکہ اس کی جان عجب خلجان میں تھی - حج کا زمانہ قریب آچلا تھا - اسی تردد میں دمشق سے مکہ آیا اور ہر طبقہ کے لوگوں کو جمع کرکے مشورہ کیا - امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی رائے لی - آپ نے کل ماجرا سن کر فرمایا یہ ایک سرّ خدا ہے - عام لوگوں کی عقلیں اس تک نہیں پہونچ سکتیں - ہشام نے کہا پھر آپ ہی بیان فرمائیں - حضرت نے فرمایا میں اُس جگہ کو بچشم خود دیکھ لوں تب کچھ کہوں گا -



حضرت وہاں تشریف لے گئے اور اس جگہ کو اچھی طرح دیکھ کر فرمایا یہ اہل احقاف کے رہنے کی جگہ ہے اور یہ وہ گروہ تھا جس پر گزشتہ زمانہ میں عذاب الٰہی نازل ہوچکا ہے - یہ وہی مقام ہے جہاں ان کی آبادی تھی - یہیں وہ عذاب خدا میں گرفتار ہوکر تباہ و برباد ہوچکے ہیں خدا کی قدرت سے اُس عذاب کا اثر اب تک باقی ہے یہ گرم اور جُھلسے والی ہوا جو ان لوگوں کی ہلاکت باعث ہوئی ہے وہی ریح عقیم ہے جو خدا کی طرف سے اس بدکردار قوم کو تباہ و برباد کرنے کے لئے مسلط کی گئی تھی جس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے - اب بہتر یہ ہے کہ اس کنوئیں کی کھدائی کا کام بند کردیا جائے اور یہاں سے کچھ فاصلہ پر دوسرا کنواں کھودا جائے - انشاءاللہ وہاں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی

اور آسانی سے پانی نکل آئے گا۔
ہشام نے امام علیہ السلام کے فرمانے پر عمل کیا اور اُس کو پٹوا کر دوسری جگہ کھدوایا۔ ارشاد امام کے بموجب وہاں کوئی دقت پیش نہ آئی اور کنواں تیار ہو گیا۔
اسلامی دنیا میں عبد الملک، ولید اور ہشام کا زمانہ بڑی تحقیقات کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے درباروں میں بڑے بڑے محدثین، مفسرین اور علماء و فضلاء جمع تھے مگر کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ریح عقیم اور اہل احقاف کے بارہ میں کچھ نہ بتا سکا۔ کیا انھوں نے سورۂ احقاف کو نہ پڑھا یا ریح عقیم کا لفظ قرآن میں ان کی نظر سے نہ گزرا تھا۔ پڑھا اور دیکھا سب کچھ تھا مگر سمجھے نہ تھے صرف اتنا ہی جانتے تھے کہ احقاف ایک گروہ کا نام ہے اور ریح عقیم جلا دینے والی گرم ہوا کو کہتے ہیں ان کو اس بات سے قطعاً وقفیت نہ تھی کہ یہ قوم کیسی تھی، ان کے رہنے کا اصلی مقام کہاں تھا۔ کس گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ان پر نازل ہوا تھا۔ عذاب کی کیا صورت تھی۔ یہ علم سوائے خاصان خدا کے اور کس کو ہو سکتا تھا ایسی مشکلیں اہلبیت رسولؐ ہی نے حل کی ہیں۔

## ۶- زید بن علیؑ کو نصیحت

زید بن علیؑ بن الحسینؑ جو حضرت محمد باقر علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے۔ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے

ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے آپ بنی امیہ پر خروج کریں - ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے - حضرت نے ان خطوط کو پڑھ کر ارشاد فرمایا - ان خطوط سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور ہماری تکلیفوں اور مصیبتوں کا ان کو بہت زیادہ احساس ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان پر خروج کرنا تمہارا کام نہیں - جس طرح اوروں پر امام زمانہ کی اطاعت فرض ہے تم پر بھی ہے - اور یہ طریقہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے واجب الاطاعت صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو رسول یا وصی رسول ہو نہ کہ اس اُمت کا ہر شخص - ظالموں کے تسلّط کے زمانہ میں خدا کا حکم اپنے اولیا کو یہ ہے کہ وہ صبر اور تقیہ سے کام لیں -

اے برادر! مجھے یہ خوف ہے کہ یہ جماعت کہیں تم کو بیوقوف بنا کر کسی مصیبت میں نہ پھانس دے - یہ لوگ خدا پر پورا یقین رکھنے والے نہیں - منھ سے سب کچھ کہتے ہیں لیکن درحقیقت خدا کو کل کا مختار اور ہر چیز کا مالک نہیں جانتے - تم ان کے بھرّوں میں نہ آؤ - یہ لوگ تم سے اس عذاب الٰہی کو دور نہیں کر سکتے جو قیامت میں پیش آنے والا ہے بتاؤ تو اگر تم نے بغیر استحقاق امامت ان لوگوں پر خروج کیا تو پیش خدا اس الزام کا کیا جواب دو گے سوائے امام وقت کے دوسرے کو خروج کرنے کا حق حاصل نہیں - خدا قبل از وقت کسی کام کو نہیں کرتا ابھی اس کام کا وقت نہیں ہے - تم ہرگز اس معاملہ میں خدا پر سبقت نہ کرو - ورنہ پچھتاؤ گے اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے -

امام علیہ السلام کا یہ کلام سُن کر زید کو طیش آگیا گویا ان کا ایما یہ

(تلوار سے جنگ) جو شرائط امامت میں سے ایک شرط ہے میرے اندر موجود ہے ۔ کہنے لگے ۔ ہم اہلبیت میں وہ شخص امام نہیں ہو سکتا جو اپنے گھر کے اندر پردے چھوڑے بیٹھا رہے نہ خود جہاد کرے اور نہ دوسروں کو اس کا حکم دے بلکہ وہ شخص امام ہے جو اپنے ملک کی ضرورت کو پورا کرے اور راہ خدا میں وہ جہاد کرے جو جہاد کرنے کا حق ہے ۔ رعیّت کے ضرر کو دفع کرنا اور اپنے ذاتی نقصان کو روکنا ہمارا فرض ہے ۔

حضرت نے فرمایا ۔ اے بھائی ! غصہ سے کام نہ لو ۔ ٹھنڈے دل سے غور کرو ۔ کیا تمہارے اندر وہ صفات پائی جاتی ہیں جو ایک امام کے لئے درکار ہیں ۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت دو ۔ آیات و احادیث سے اس امر کو واضح کرو کہ تم لائق امامت ہو ۔ یا کم از کم امم سابقہ میں سے کوئی ایسی مثال پیش کرو جس سے ثابت ہو کہ تم جیسی صفات کا آدمی کسی زمانہ میں امام ہوا ہے ۔ یعنی ایسا شخص جو احکام الٰہی سے جاہل ہو اور اجتہاد کرے اور کچھ نہیں تو اتنا ہی ثابت کر دو کہ جس نے خروج بالسیف نہیں کیا وہ امام ہی نہیں ہو سکتا یا یہ کہ پہلے امام نہیں تھا لیکن ایسا کرنے سے وہ امام ہو گیا ۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہمارے اور تمہارے پدر بزرگوار حضرت علی بن الحسین بھی امام نہ تھے اور حضرت رسولِ خدا بھی جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے امت کے امام نہیں تھے ۔ اگر حضرت رسولِ خدا کا غار میں چھپ رہنا باعث طعن نہیں تو میرا گھر میں بیٹھ رہنا کیوں قابل الزام ہے ۔ اگر جہاد ضروری چیز ہے تو پھر بتاؤ کہ خدا کے تمام انبیاء و مرسلین نے کیوں نہیں کیا ۔

اپنی طرف سے کوئی بات فرض نہ کرلو - امام دو طرح کے ہوتے ہیں حق اور باطل - خدا نے امام برحق کو امام باطل سے بلحاظ صفات و حقوق بالکل علٰحدہ رکھا ہے - ان دونوں میں کوئی مشابہت ہی نہیں - امامت کا کام جہالت سے نہیں چلتا - شرعی مسائل کو وہی جان سکتا ہے جو امام برحق ہو نہ کہ وہ لوگ جو پیروی ظن کرتے ہیں - خدا نے ہر امر کے لئے ایک جداگانہ موقع رکھا ہے - میں اس مطلب کو چند مثالوں سے واضح کرتا ہوں -



دیکھو سورۂ مائدہ میں یہ حکم ہے کہ حالت احرام میں شکار نہ کرو - اب تم ہی بتاؤ کہ جانوروں کی جان افضل ہے یا انسانوں کی - اگر انسان کو فضیلت ہے تو پھر انسان اپنی ضرورت جانوروں سے کیوں نہ پوری کرے - بتاؤ تمھارے نزدیک اس کا کیا جواب ہے - اچھا پھر اسی سورۃ مائدہ میں یہ بھی حکم ہے کہ جب احرام سے باہر آؤ تو شکار کرو - دیکھو وقت کے لحاظ سے حکم بدل رہا ہے -

خدا نے بارہ مہینے پیدا کئے ہیں ان سے چار مہینوں یعنی ماہ شوال و ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم میں جنگ کرنے کو حرام قرار دیا ہے - اور اسی سورۃ توبہ میں یہ فرمایا ہے کہ جب ماہ ہائے حرام گزر جائیں تو اے ایمان والو جہاں مشرکوں کو پاؤ قتل کر ڈالو -

بس اے بھائی! اسی طرح جہاد کے لئے بھی ایک محل اور موقع ہے - جس طرح ہر وقت شکار کرنا درست نہیں - ہر وقت مشرکوں سے جنگ کرنا صحیح نہیں اسی طرح ہر وقت جہاد کے لئے کھڑا ہو جانا بھی جائز نہیں

کیا تمھارے پاس خدائی دلیلوں میں سے کوئی ایسی دلیل موجود ہے
جو اس کام کو تمھارے لئے لازمی قرار دیتی ہو جس کو تم کرنا چاہتے ہو - اگر
کوئی دلیل موجود نہیں تو ہرگز ایسے کام کا ارادہ نہ کرو جس میں تم کو خود شک و
شبہ ہو- ایسے لوگوں کو بادشاہت سے علیحدہ کرنے کی کوشش نہ کرو
جن کی مدّت سلطنت ابھی تمام نہیں ہوئی اور جن کو دولت دنیا سے
ابھی پورا حصّہ نہیں مل چکا ہے - جس وقت ان کی مدّت تمام ہو جائے گی
ان پر خود بخود زوال آنے لگے گا - ان ہی کی ماتحت اور فرمانبردار قومیں
ان کا کام تمام کر دیں گی اور ان ہی کے ہاتھوں وہ ذلیل و خوار زندگی
بسر کرنے پر مجبور رہوں گے -

اے بھائی! میں ایسے امام کے متعلق خدا سے پناہ مانگتا ہوں جو اپنے
فرائض کو آپ نہ جانتا ہو اور رعیّت سے اس کے متعلق سوال کرتا ہو ایسی
حالت میں اُمت اپنے امام سے دانا تر ثابت ہوتی ہے کیا تم نے ایسے
کام کرنے کا قصد کر لیا ہے جو سراسر آیات محکمات کے خلاف ہیں - کیا تم نے
ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہا ہے جنھوں نے حضرت رسول خدا سے
اختلاف کیا ہے اور جنھوں نے بغیر کسی دلیل کے حضرت رسولؐ خدا کی
مخالفت کی ہے -

اتنا فرما کر حضرت خاموش ہو گئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے
جس سے معلوم ہوتا تھا کہ زید کے واقعات جو امام جعفر صادق علیہ السلام
کے زمانے میں ہونے والے تھے آپ افسوس کر رہے تھے -

پھر حضرت نے فرمایا - خدا ہمارے اور اس جماعت کے درمیان فیصلہ
کرنے والا ہے جس نے ہمارے حقوق سے انکار کیا ہے اور ہمارے راز کو

فاش کیا ہے اور ہمارے متعلق ایسی باتوں کو شہرت دی ہے جن کا خیال بھی ہمارے دل میں کبھی نہیں گزرا یعنی ان لوگوں کی حرکات سے عموماً لوگوں کا خیال اس طرف جاتا ہے کہ ہماری نیت خروج کرنے کی ہے حالانکہ ہمارے دل میں کبھی ایسا ارادہ پیدا نہیں ہوا۔

## ۷۔ دمشق میں طلبی اور ہشام سے مکالمہ

ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں حج کے دن ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صؐ کو اپنا نبی و رسول بنایا اور ہم کو حضرت کے سبب سے گرامی قرار دیا۔ پس ہم خدا کے پسندیدہ اور منتخب بندے ہیں اور روے زمین پر اُس کے خلیفہ ہیں۔ جو شخص ہماری اطاعت کرے گا وہ سعید ہے اور جو مخالفت کرے گا وہ شقی و بدبخت ہے۔

حضرت کے ان کلمات کی خبر کسی نے ہشام کو پہونچا دی۔ اس نے حاکم مدینہ کو لکھ بھیجا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے کو ہمارے پاس دمشق میں بھیجدو۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں بزرگواروں کو شام کی طرف روانہ کر دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دمشق میں پہونچے تین روز تک ہشام نے ہم کو حاضر ہونے کی اجازت نہ دی۔ چوتھے دن بلایا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھا ہے اور مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہیں

محل کے اندر ہی ایک تیر اندازی کا مقابلہ ہو رہا ہے جس پر اس کے ارکان
سلطنت باری باری تیر اندازی کر رہے ہیں۔

میرے پدر بزرگوار آگے تھے اور میں پیچھے۔ اتنے میں ہشام نے انسے کہا۔ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ تیر لگائیں۔ حضرت نے فرمایا۔ میں ضعیف ہو گیا ہوں اب مجھ سے تیر اندازی نہیں کی جاتی۔ اس نے اصرار کیا اور سرداران بنی امیہ میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا تیر و کمان ان کو دیدو۔ حضرت نے مجبوراً اس سے تیر و کمان لے لیا اور تیر کو کمان میں جوڑ کر بزور امامت نشانہ پر لگایا۔ تیر سیدھا بیچ میں جا کر بیٹھا پھر دوسرا تیر جوڑ کر پہلے تیر کے پیکان پر مارا اس کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت نے نو تیر مارے ہر تیر اپنے سے پہلے تیر پر پڑتا تھا اور اس کو شق کر دیتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد سے امام زین العابدین علیہ السلام نے چالیس سال کی زندگی جس خموشی اور سکوت میں گزاری تھی وہی خموشی آج تک اس طبقۂ کرام میں چلی آرہی تھی۔ سیاسی معاملات سے کسی طرح کا تعلق ہی نہ رکھا تھا مگر اس غلط فہمی اور بدگمانی کا کیا علاج ہے کہ وعظ و پند کی خدمات بھی سلطنت کے حق میں مُضر سمجھی جاتی تھیں۔ شاید یہ خوف ہو کہ ان حضرات کے مواعظ سے لوگوں کی رجوع ان کی طرف زیادہ ہو گی اور جب ان کے دوست زیادہ ہو جائیں گے تو یہ ہم پر خروج کریں گے۔ اسی بناء پر ہشام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو نظر بند کرنے کے لئے مدینہ سے شام بلا بھیجا۔

اگرچہ ہشام کے بلانے کی غرض امام محمد باقر علیہ السلام نے سمجھ لی
تھی لیکن

ہوتے ہیں آپ بے خوف و خطر دمشق کو روانہ ہو گئے - اگرچہ آمر، نے
محض اپنی شاہانہ شان کا اظہار کرنے کے لئے حضرت کو تین دن تک
اپنے دربار میں نہیں بلایا اور چوتھے دن بلایا بھی تو کوئی خاص تعظیم و توقیر
نہ کی بلکہ لہو و لعب میں مشغول رہا اور محض بھرے دربار میں حضرت کو
شرمندہ کرنے کے لئے بجائے دینی مسائل دریافت کرنے کے تیراندازی
کی تکلیف دی - لیکن ایسی باتوں سے خاصان خدا کی شان میں کیا فرق
آسکتا ہے - وہ معرفت امام سے ناواقف تھا اس کے دماغ میں اتنی
صلاحیت کہاں کہ امام کے ذاتی کمالات کو جان سکے - اس نے سمجھ لیا تھا
کہ یہ بیچارے گھر کے بیٹھنے والے روزہ نماز کے آدمی ان کو فن سپہ گری
سے کیا واسطہ، تیراندازی سے کیا تعلق - مگر اُسے کیا معلوم تھا کہ جو لوگ
حجت خدا ہوتے ہیں وہ جملہ علوم و فنون میں عام لوگوں سے کہیں زیادہ
دستگاہ رکھا کرتے ہیں اور عام قوائے انسانی سے ان کی قوتیں بہت
زیادہ ہوتی ہیں -

بہرحال جب ہشام نے فن تیراندازی میں حضرت کا کمال دیکھا ہوش
اُڑ گئے - متحیّر ہو کر کہنے لگا - اے ابو جعفر! آپ کیا خوب نشانہ پر تیر لگاتے ہیں
اس فن میں آپ تمام عرب و عجم سے زیادہ ماہر معلوم ہوتے ہیں - پھر آپ
یہ کیوں کہتے تھے کہ میں اب ضعف کی وجہ سے قادر نہیں ہوں - اس کے بعد
وہ دیر تک ندامت سے سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا - امام جعفر صادق علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ میں اور میرے پدر بزرگوار کچھ دیر تو اس کے سامنے کھڑے رہے
لیکن جب ہمارے قیام کو طول ہونے لگا تو میرے پدر بزرگوار کو طیش آیا
آپ کا معمول تھا کہ زیادہ غصہ کی حالت میں آسمان کو دیکھنے لگتے تھے اور

غضب کے آثار آپ کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتے تھے - ہشام نے کیا اس
اپنی داہنی جانب تخت پر جگہ دی مجھے بائیں طرف بٹھایا پھر حضرت سے
مخاطب ہو کر کہنے لگا - اگر تمام قبیلۂ قریش اس بات پر فخر کرے تو بجا ہے کہ آپ
جیسا مرد بزرگ ان میں موجود ہے مجھے یہ تو بتائیے کہ آپ نے تیر اندازی کی
تعلیم کس سے پائی ہے - حضرت نے فرمایا میں نے بچپن میں چند روز مشق کی
تھی جب سے آج تک کمان ہاتھ میں لینے کا اتفاق نہیں ہوا - اسوقت تم نے
اصرار کیا تو مجبوراً ایسا کرنا پڑا - اس نے کہا ایسا بے مثل تیر انداز میں نے آجتک
نہیں دیکھا - آیا آپ کے یہ صاحبزادے بھی اس فن میں آپ ہی کی مثل ہیں
حضرت نے فرمایا ہم اہلبیت رسالت کے علم و کمال کا قیاس دوسروں پر
نہیں ہو سکتا ہم علم کو ایک دوسرے سے میراث میں پاتے ہیں - دنیا کبھی
ہمارے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی - ہم ہر امر میں کامل ہیں اور دوسرے
لوگ ہمارے مرتبہ تک پہونچنے سے قاصر ہیں -

یہ سن کر ہشام کا چہرہ غصّہ سے سرخ ہو گیا کچھ دیر سر جھکائے خاموش بیٹھا
رہا پھر بولا کیا ہمارا اور آپ کا نسب ایک نہیں ہے ؟ فرمایا ایسا ہی ہے مگر
خدا نے ہم کو اپنے پوشیدہ اسرار سے آگاہ کر دیا ہے اور اپنے علم کے ساتھ
مخصوص کیا ہے - ہمارے سوا یہ مرتبہ کسی اور کو نہیں دیا گیا - اس نے کہا
کیا یہ بات نہیں ہے کہ خدا نے حضرت رسول خدا کو نسل عبد مناف سے
تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا پس یہ میراث آپ کے لئے کیوں
مخصوص ہو گئی - جب سب بندے اللہ کے ہیں تو میراث علم کا آپ ہی
سے مخصوص ہونا سمجھ میں نہیں آتا - آپ پیغمبر بھی نہیں ہیں جس کی وجہ سے

مرتبہ سے مخصوص فرمایا ہے جس کی بنا پر رسول کو وحی ہوتی تھی۔ خدا نے اپنے پیغمبر کو علم سے مخصوص کیا اور انھوں نے اپنے اسرار سے اپنے بھائی اور وصی حضرت علیؑ کو مخصوص کیا باقی تمام صحابہ سے وہ اسرار پوشیدہ رکھے۔ اسی وجہ سے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے اور ہر باب سے ہزار باب مجھ پر اور کھل گئے۔ پس جس طرح تم لوگ اپنا بھید خاص خاص لوگوں سے کہتے ہو اور غیروں سے چھپاتے ہو اسی طرح ہمارے نبی نے اپنے بھیدوں کو علیؑ سے مخصوص کیا اور دوسروں کو ان کے لائق نہ جانا۔ اسی طرح علی علیہ السلام نے اپنے اہلبیت میں سے کسی خاص شخص کو اپنا محرم راز قرار دیا اور اُس کو آپ سے یہ علوم و اسرار میراث میں پہونچے۔

ہشام نے کہا علی علیہ السلام تو غیب جاننے کا دعوی کرتے تھے حالانکہ خدا نے علم غیب میں کسی کو اپنا شریک نہیں کیا پس ان کا یہ دعوی کیسے صحیح تھا؟ فرمایا خدا نے اپنے پیغمبر پر قرآن نازل کیا اور اس میں وہ سب درج ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے چنانچہ فرماتا ہے و انزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ وھدیً وموعظۃ للمتقین اور دوسری جگہ فرماتا ہے وکل شیٔ احصیناہ فی امامٍ مبین (ہم نے ہر شے کو امام مبین میں جمع کر دیا ہے) اس کے علاوہ خدا نے اپنے رسول پر وحی کی کہ جس غیب پر ہم نے تمھیں مطلع کیا ہے تم اس سے علیؑ کو ضرور آگاہ کر دو۔ حضرت رسول خداؐ نے علی علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کی وفات کے بعد قرآن جمع کریں اور وہی ان کو غسل و کفن دیں۔ کوئی غیر پاس نہ آئے۔ اپنے اصحاب سے

[illegible]

سوا دوسرے کو اس کی اجازت نہیں کیونکہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ علیؑ کا مال ہے۔ علی میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کا پورا کرنے والا ہے پھر اپنے اصحاب سے فرمایا علی میرے بعد کافروں سے تاویل قرآن پر مقاتلہ کریں گے اور کسی صحابی کو علیؑ کے سوا تاویل قرآن جائز نہیں۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا تھا کہ علیؑ سے زیادہ کوئی قضیہ فیصل کرنے والا نہیں وہی تم سب کے معاملات میں قاضی ہونے چاہئیں اور عمر بن الخطاب نے اسی وجہ سے چند بار کہا کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا" پس اس قول سے عمر نے حضرت علی کے علم کی گواہی دی۔

یہ سن کر ہشام نے سکوت کیا کچھ دیر بعد کہنے لگا اگر آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ حضرت نے فرمایا میرے یہاں چلے آنے سے میرے اہل وعیال سخت پریشان ہوں گے چاہتا ہوں کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دی جائے۔

ہشام نے کہا بہت اچھا۔ آپ آج ہی تشریف لے جائیں۔ حضرت نے اس سے معانقہ کیا اور وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔

دیکھو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر ہشام کی سلطنت کا رعب نہیں چھایا۔ اور آپ نے حق بات کہنے سے ذرا پس وپیش نہیں کیا۔ خاصان خدا سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرا کرتے۔ ہشام نے حضرت کو بلایا تو اس غرض سے تھا کہ اپنی سلطنت کی شان وشوکت دکھا کر کچھ رعب ڈالے اور حضرت کو ایسا کلام کرنے سے روکے جو اس کے مفاد سلطنت کے

نہ زبان سے سوائے تعریف کے اور کچھ نہ کہہ سکا۔

## ۸۔ ایک نصرانی راہب کا مسلمان ہونا

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب ہم شام سے مدینے کو آرہے تھے تو پہلی ہی منزل پر ایک جگہ لوگوں کا مجمع نظر آیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ نصرانی راہبوں کی ایک جماعت ہے جو اپنے ایک بڑے عالم کی زیارت کو جمع ہوئی ہے یہ شخص سال میں صرف ایک بار اپنے عبادت خانہ سے نکل کر اس مقام پر آتا ہے اور لوگوں کو ہدایت کرتا ہے ۔ ہم کو بھی اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور نصرانیوں کے مجمع میں ایک طرف جاکر بیٹھ گئے ۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو ایک بہت ہی بوڑھا راہب آیا اور ایک پر تکلف مسند پر بیٹھ گیا۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی ۔ سارے مجمع میں ہم ہی اُس کو اجنبی نظر آئے میرے پدر بزرگوار سے پوچھنے لگا۔

راہب۔ آپ ہم لوگوں میں سے ہیں یا امت مرحومہ سے

امام ۔ میں امت محمدیہ میں سے ہوں۔

راہب ۔ جاہلوں میں سے ہیں یا عالموں میں سے ۔

امام ۔ جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔

راہب۔ آپ مجھسے کچھ پوچھنے کے لئے آئے ہیں ؟

امام ۔ نہیں۔

راہب ۔ اجازت ہو تو پھر میں ہی آپ سے کچھ پوچھوں ۔

امام ۔ ضرور ...

راہب - اگر آپ اُمت محمدیہ کے اہل علم سے ہیں تو بھلا ایسے وقت کا نام تو بتایئے جو نہ دن میں شامل ہے نہ رات میں۔

امام - وہ سورج نکلنے سے پہلے کا وقت ہے جو اوقات بہشت میں سے ہے یہ ایسا وقت ہے کہ بیماروں کو ہوش آجاتا ہے - درد کو سکون ہو جاتا ہے جس کو تمام رات نیند نہیں آتی سو جاتا ہے:

راہب - مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ بہشت والوں کو نہ پاخانہ کی احتیاج ہوتی ہے نہ پیشاب کی ۔ کیا دنیا میں کوئی اس کی نظیر ہے ؟

امام - جو بچے شکم مادر میں رہتے ہیں ان کی خوراک کا فضلہ نہیں بنتا اور پیتے ہیں وہ بصورت پیشاب خارج نہیں ہوتا۔

راہب - مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ بہشت کے میوے کھانے سے کم نہیں ہوتے - اس کی کوئی نظیر دنیا میں ہے ؟

امام اس کی نظیر چراغ ہے کہ ہزار چراغ اس سے روشن کرلئے جاتے ہیں مگر اس کے نور میں کوئی کمی نہیں آتی -

راہب - وہ کون سے دو بھائی ہیں کہ ساتھ ساتھ پیدا ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ مرے مگر ایک کی عمر پچاس برس کی ہوئی اور دوسرے کی ڈیڑھ سو برس کی -

امام - وہ دو بھائی عُزیز و عُزیر پیغمبر ہیں یہ دونوں دنیا میں ایک روز پیدا ہوئے اور ایک ہی دن رحلت کی - پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے پھر خدا نے عُزیر کو مار ڈالا اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ بیس برس اور زندہ رہے اور پھر ایک ہی

یہ جوابات سن کر راہب کے ہوش اڑ گئے اور قریب آکر پوچھنے لگا۔

راہب ۔ آپ کا نام کیا ہے ؟

امام ۔ محمد بن علی بن الحسین ۔



راہب ۔ محمد نبی خدا آپ ہی ہیں ۔

امام ۔ نہیں وہ میرے جد تھے ۔

راہب ۔ کیا آپ ایلیا کے صاحبزادے ہیں جنکو علی کہتے ہیں ۔

امام ۔ ہاں ۔

راہب ۔ آپ شبّر ہیں یا شبیر ۔

امام ۔ میں شبیّر کا بیٹا ہوں ۔

یہ سنکر وہ نصرانی خوش ہوا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنی دلی مراد پائی ۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا ۔

# ۹ - بار دیگر امام کا دمشق جانا

نصرانی راہب کے مسلمان ہونے کا حال جب شام کے عیسائیوں کو معلوم ہوا تو ان میں بڑی کھلبلی مچی ۔ ان کا ایک وفد ہشام کے پاس گیا اور امام محمد باقر علیہ السلام کی شکایت کی ۔ ہشام کو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اس واقعہ سے خوش ہونا چاہئیے تھا مگر اس کو اہلبیت رسول سے دلی بغض تھا اور ستانے کی راہیں ڈھونڈھ رہا تھا فوراً اس نے ناقہ سواروں کو دوڑایا کہ راہ میں جہاں کہیں امام علیہ السلام مل جائیں ان کو دمشق واپس لے آئیں ۔ الغرض حضرت کو پھر دمشق جانا پڑا ۔ ہشام نے خاطر و مدارات کے حیلوں سے آپ کو نظر بند کرنا چاہا ۔

ہشام۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایسا بزرگ میرے پاس دمشق ہی میں رہے
امام۔ میں یہاں کیسے رہ سکتا ہوں۔ میرے اہل وعیال مدینہ میں ہیں۔
ہشام۔ اُن کو بھی یہیں بلا لیا جائے۔
امام۔ مجھکو حرم خدا اور رسول کو چھوڑنا گوارہ نہیں۔
ہشام۔ یہاں بھی آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔
امام۔ آخر میرے یہاں رہنے پر کیوں زور دیا جارہا ہے۔
ہشام۔ اس لئے کہ آپ کے علم سے ہم کو فیض پہونچے۔
امام۔ یہ بات وہاں رہنے سے بھی ممکن ہے۔ اگر میں یہاں رہوں گا تو اہل مکہ و مدینہ میرے علمی فیض سے محروم رہیں گے۔
ہشام۔ میں آپ کو مجبور نہیں کرتا مگر میری دلی خواہش یہی ہے۔
امام۔ جب مجھکو بخوشی یہاں سے رخصت کر دیا گیا تھا تو اب دوبارہ کیوں بلا لیا گیا۔
ہشام۔ آپ کے جانے کے بعد یہ خواہش میرے دل میں پیدا ہوئی۔

الغرض جب ہشام نے زیادہ اصرار کیا تو امام علیہ السلام مجبوراً وہاں رُک گئے لیکن ہشام کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ روکا تو اس غرض سے تھا کہ یہ نظر بند رہ کر لوگوں پر اپنا اثر نہ ڈال سکیں گے آزادی کے ساتھ لوگ آپ سے نہ مل سکیں گے لیکن معاملہ کچھ اور ہو گیا حضرت کے زمانۂ قیام میں اہل شام کی رجوع آپ کی طرف بہت زیادہ ہوگئی لوگوں کے گروہ کے گروہ صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہشام نے جب یہ حال دیکھا تو مجبوراً پھر آپ کو مدینہ جانے کی اجازت دیدی۔

# ۱۰- اہل مدائن کا ناروا برتاؤ

جب امام علیہ السلام شام سے روانہ ہوئے تو ہشام نے ان تمام مقامات پر جو مدینہ تک راستہ میں واقع تھے اپنے حکام کے نام یہ فرمان جاری کر دئے کہ امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو کوئی شخص اپنے گھر میں مہمان نہ رکھے کیونکہ یہ لوگ اولاد ابو تراب ہیں اور بڑے جادوگر ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم مدائن پہونچے تو وہاں کے لوگوں نے ہم سے پوری طرح تنفر ظاہر کیا جس محلہ میں ہم پہونچتے تھے لوگ اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیتے تھے اور کھانا پانی تو دینا درکنار اگر ہم بقیمت بھی کچھ خریدنا چاہتے تھے تو وہ ہمارے فروخت کرنے پر راضی نہ ہوتے تھے۔ غرضکہ ہم شہر کے ایک سرے سے دوسرے تک ہو آئے مگر کسی نے ہمارے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ نہ کیا۔ یہاں تک کہ ہم کو کسی جگہ ٹھہرنے کی بھی اجازت نہ دی۔ ہمارے خادموں نے بہت کچھ منت سماجت کی کہ رات کی رات ٹھہر جانے دو اور کھانے کی قیمت لے لو لیکن وہ بدبخت راضی نہ ہوئے بلکہ غصہ میں بھر کر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرنے لگے۔

یہ حال دیکھکر میرے پدر بزرگوار نے ان سے فرمایا۔ ہشام کے آدمیوں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اگر ہم ویسے ہی ہیں اور تم ہم کو درحقیقت ساحر ہی سمجھتے ہو۔ تب بھی تمھارے لئے کوئی حرج نہیں۔ دین اسلام میں تو اہل ذمہ اور اہل جزیہ سے بھی لین دین کے معاملات جائز ہیں۔ اُنھوں نے

کہا ہمارے نزدیک تم اہل ذمہ سے بھی زیادہ برے ہو کیونکہ وہ لوگ تو جزیہ (ٹیکس) ادا کرتے ہیں اور تم کچھ بھی نہیں دیتے۔ یہ سُن کر حضرت کو غصہ آگیا آپ نے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ شہر کے قریب ہی ایک پہاڑ تھا آپ اُس پر تشریف لے گئے اور بآواز بلند یہ جو آیت حضرت شعیبؑ کے ذکر میں ہے تلاوت فرمائی وبقیّۃ اللہ خیرٌ لکم ان کنتم مومنین پھر ارشاد فرمایا اے اہل مدائن آگاہ ہو کہ

ہم ہی لوگ بقیّۂ خدا ہیں۔

آپ کی اس آواز کو تمام اہل شہر نے سُنا اور ان پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ اب جو ان کی نظر حضرت کے چہرہ پر پڑی تو بقدرت خدا ان کے دل خوف سے تھر تھر کانپنے لگے ایک بوڑھے آدمی نے اہل شہر کو پکار کر کہا۔ لوگو! قہر خدا سے ڈرو یہ شخص پہاڑ پر اس جگہ کھڑا ہے جہاں حضرت شعیب نے ایک بار کھڑے ہو کر اسی طرح اہل شہر کو نفرین کی تھی اور ان سب پر عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔ اگر ہم لوگ ان کے لئے اپنے دروازے نہ کھولیں گے تو ضرور عذاب خدا میں گرفتار ہو جائیں گے۔ پیر مرد کی یہ تقریر سُن کر وہ لوگ اور زیادہ ڈر گئے اور سبھوں نے اپنے اپنے گھر کے دروازے کھول دیئے۔ جب شہر کا دروازہ کھُل گیا تو ہم شہر کے اندر داخل ہوئے اور وہاں سے کوچ کر کے مدینہ واپس آگئے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اُمیہ کے اس بادشاہ کو (ہشام) اہلبیت رسول سے کیسی سخت عداوت تھی۔ بظاہر تو یہ لوگ ان کی تعظیم

ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے ۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی امیّہ اور بنی عباس کے ہاتھوں ہمارے اماموں نے ہمیشہ طرح طرح کے مصائب اٹھائے ۔ ان لوگوں نے ایک دن ان کو چین سے رہنے نہ دیا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہے کہ ان کے اثرات پھیلنے نہ پائیں ۔ ان کی تعلیم سے لوگوں کو فائدہ نہ پہونچے ۔

## ۱۱- زید بن الحسن کی مخالفت

عمر ابن عبد العزیز نے جو خاندان بنی امیّہ کا نہایت نیکدل اور پاک نفس بادشاہ تھا سنہ ۱۰۰ یا سنہ ۱۰۱ ہجری میں حاکم مدینہ کو لکھا کہ عمر عثمان اور حضرت علی علیہ السلام کے اوقاف کی فہرست مرتب کر کے بھیجدو اس نے زید بن الحسن ؑ کو جو اس وقت باعتبار سن تمام بنی ہاشم میں بزرگ تھے بلایا اور حضرت علی علیہ السلام کے اوقاف کی فہرست طلب کی ۔ وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے مخالف تھے ۔ انھوں نے از روے طنز کہا ۔ میرے پاس کیا ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام کا جو کچھ مال تھا وہ ان کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن کو ملا ان کے بعد امام حسین کو ان کے بعد علی بن الحسین ؑ کو اور اب وہ امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس ہے ۔ یہ سنکر حاکم مدینہ نے ان کو تو رخصت کیا اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو بلا کر فہرست مانگی ۔ آپ نے اُسیوقت پیش کر دی ۔

زید نے اُسوقت تو استغاثہ کی صورت میں ایک خفیف سی تحریک کی تھی لیکن کچھ دنوں بعد انھوں نے کھلّم کھلا قاضی مدینہ کے سامنے لیے

خاندانی اوقاف کے متعلق دعوی پیش کر دیا ...

## ۱۲- زید بن حسن اور زید بن علی کا محاکمہ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک بار زید بن حسن نے میرے پدر بزرگوار سے اوقاف رسولؐ کی نسبت جھگڑا کیا وہ کہتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام چونکہ اولاد اکبر ہیں اس لئے ان کا بیٹا اوقاف کے متولی بننے کا زیادہ مستحق ہے - ایک روز زید بن حسن میرے چچا زید بن علی کو قاضی مدینہ کے پاس لے گئے اور غصّہ میں یہ کہہ بیٹھے - اے پسر کنیز سندی - میرے چچا نے یہ سُن کر کہا - تُف ہے ایسی خصومت پر اور افسوس ہے ایسی عداوت پر جس میں ماں کا نام لیا جائے - اب میں جب تک زندہ ہوں تم سے کبھی بات نہ کروں گا - یہ کہکر میرے چچا میرے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے - اے بھائی! میں نے قسم کھائی ہے کہ آیندہ زید سے کبھی بات چیت نہ کروں گا - اب مجھے صرف آپ ہی کا سہارا ہے اگر آپ نے اس بارہ میں میری مدد نہ کی تو میرا حق ضایع ہو جائے گا جب زید کو یہ خبر لگی کہ اب امام محمد باقر علیہ السلام بھی اس معاملہ میں اپنا قدم رکھنے والے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ اگر وہ گواہی کے لئے میرے خلاف عدالت میں آئینگے تو میں ان کو تمام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل کردوں گا اور جب ان کا اثر لوگوں کے دل سے برطرف ہو جائے گا تو پھر اپنا اثر قائم کروں گا

## ۱۳۔ زید بن حسن اور امام محمد باقر علیہ السلام

زید ابن حسن ایک روز امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان جو نزاع ہے چلئے اس کا فیصلہ قاضی شہر سے کرالیں۔ جو حق پر ثابت ہو گا وہی اوقاف کا متولی بن جائے گا۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا کے لئے اس ناحق دعوی سے باز آؤ اور خاصان خدا سے بے سبب جھگڑا نہ کرو۔ اگر تم کو میرے امام ہونے میں کچھ شک ہو تو میں تم کو کوئی معجزہ دکھلا دوں۔ زید خاموش ہو رہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا دیکھو تمھارے پاس ایک چھری ہے جس کو تم مجھ سے چھپائے ہوئے ہو۔ اگر کہو تو اپنے استحقاق پر اسی سے گواہی دلادوں۔ انھوں نے کہا۔ دلوائیے۔ حضرت نے اس چھری کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ "میں امام برحق ہوں یا نہیں"! چھری سے صاف آواز آئی کہ بیشک آپ امام برحق ہیں۔ پھر آپ نے اس پتھر سے شہادت دلوائی جس پر زید کھڑے تھے۔ پھر ایک درخت سے گواہی دلوائی۔ جب زید نے متواتر یہ معجزات دیکھے تو بیہوش ہو کر گر پڑے امام علیہ السلام نے ان کو اُٹھایا۔ مگر بُرا ہو اس نفس موذی کا جو حرص آز کے غلبہ سے انسان کو حق بات قبول کرنے سے روک دیتا تھا۔

باوجودیکہ زید نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا تھا مگر پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے اور برابر اپنے خیال پر جمے رہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ آتش حسد ان کے دل میں مشتعل ہو گئی۔

## ۱۳- زید کا شام جانا اور ہشام سے سازش کرنا

زید بن حسن اسی روز مدینہ سے شام روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر ہشام سے کہنے لگے - میں اس وقت ایک ایسے جادوگر (معاذ اللہ) کے پاس سے آرہا ہوں جس کا زندہ چھوڑنا تمھارے لئے جائز نہیں - پھر ساری روئداد کہہ سنائی - دنیا کی دولت چاہے کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو مگر اس کی طمع ایسی ہے کہ انسان سے وہ وہ کام کرا چھوڑتی ہے جن کی عقل کسی طرح اجازت نہیں دیتی - افسوس! زید کے خاندان میں ستم شعار غارتگروں نے چھوڑا ہی کیا جس کا شمار املاک دنیوی میں کیا جاتا دو چار ٹکڑے زمین کے باقی رہ گئے تھے جو موقوفات میں داخل تھے جن پر چاروں طرف سے مخالفوں کے دندان آزتیز تھے - ان کا انتظام امام وقت سے متعلق تھا جو کبھی ان کے محاصل کو اپنے ذاتی خرچ میں لاتے ہی نہ تھے - بلکہ غربائے بنی ہاشم کی پرورش کرتے تھے - زید چاہتے تھے کہ یہ اوقاف میرے قبضہ میں آجائیں اور میں ہی امام مانا جانے لگوں ان کا خیال تھا کہ امامت اولاد امام حسن علیہ السلام کا حق ہے نہ کہ اولاد امام حسین کا -

الغرض زید سے جہاں تک ہو سکا امام محمد باقر علیہ السلام کے خلاف ہشام کے خوب کان بھرے - ہشام تو ایسے وقت کی تاک میں تھا ہی یہ موقع خوب ہاتھ لگ گیا - اس نے زید کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان کے کہنے کے مطابق حاکم مدینہ کو لکھ بھیجا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو گرفتار کرکے دمشق [illegible]

ایک دن خلوت میں زید سے پوچھا - اگر امام محمد باقر علیہ السلام یہاں آجائیں اور میں تمھیں ان کے قتل کا حکم دوں - قتل کر دوگے یا نہیں ؟ زید کے دل میں تو امام معصوم کی طرف سے عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی بے تامل کہہ بیٹھے ہاں میں ان کو قتل کر دوں گا -

اس واقعہ سے زید کی نفسانیت اور ہشام کی نیت کا حال بخوبی معلوم ہو گیا - زید کی آمادگی دیکھکر ہشام نے یہ ارادہ کر لیا کہ امام علیہ السلام کو انہی کے ہاتھوں سے قتل کرا دے تاکہ گھر کا خون گھر والوں ہی کے سر رہے خیریت ہوگئی کہ ہشام کا یہ ناپاک ارادہ ظاہری طور پر پورا نہ ہو سکا ورنہ زید سے ایسا کر گزرنا کچھ بعید نہ تھا -

جب ہشام کا خط حاکم مدینہ کے پاس پہونچا تو وہ سخت متعجب ہوا اس نے جواب میں لکھا - میں اس وقت جو کچھ لکھ رہا ہوں نافرمانی سے نہیں بلکہ خیر خواہی و ہمدردی سے لکھ رہا ہوں - جن کو ذلیل و رسوا کرنے اور گرفتار کر کے بھیجنے کا حکم دیا ہے وہ ایسے بزرگ ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص تقویٰ و پرہیزگاری میں ان کا مثل نہیں - جب وہ محراب عبادت میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو لحن داؤد کا سماں بندھتا ہے - آدمیوں کا کیا ذکر جانور تک وجد کرنے لگتے ہیں - وہ جناب نہایت نرم دل - تواضع پسند اور بڑے عبادت گزار ہیں میں خلیفۂ وقت کے لئے کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا کہ ایسے جلیل القدر بزرگ کی ایذا رسانی کا سبب بنے - مجھے خوف ہے کہ کہیں ایسا کرنے سے آپ کی عمر و دولت کو نقصان نہ پہونچ جائے کیونکہ خدا اپنے بندوں سے اس وقت تک اپنی نعمتوں کو نہیں روکتا جب تک وہ خود اپنے اوپر ان کا دروازہ بند نہ کر لیں -

حاکم مدینہ نے اس خط کا ہشام کے دل پر بڑا اثر ہوا اور وہ حضرت کے علانیہ قتل سے باز رہا۔ مگر در پردہ اپنی کوشش میں لگا رہا جیسا کہ آیندہ واقعات سے ظاہر ہوگا۔

## ۱۵۔ امام علیہ السلام سے تبرکات رسول کی خواستگاری

جب حاکم مدینہ کا خط زید نے سُنا تو کہنے لگے اس (امام علیہ السلام) نے حاکم مدینہ کو کچھ رشوت دے کر راضی کر لیا ہے۔ اس سے بڑھکر زید کی بدنفسی اور کیا ہو سکتی ہے کہ حاکم مدینہ غیر ہو کر تو ایسا سلوک کرے اور یہ اپنے جگر کلیجہ ہو کر حضرت کی شان میں ایسی گستاخیاں کریں لیکن چاند پر خاک ڈالنے سے کہیں پڑتی ہے۔

ہشام نے زید سے کہا یہ چال تو خالی گئی اب بتاؤ کیا رائے ہے؟ زید نے کہا ان کے پاس حضرت رسول خدا ؐ کی تلوار اور ہتھیار، انگوٹھی، عصا اور دوسرے تبرکات ہیں۔ آپ کسی کو بھیجکر یہ چیزیں ان سے طلب کر لیں۔ اگر وہ دینے سے انکار کریں تو پھر قتل کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے۔

ہشام نے اس رائے کو پسند کیا اور حاکم مدینہ کو لکھا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں ایک لاکھ درہم (برابر ۸۰ ہزار روپے کے)۔ پیش کر کے ان سے حضرت رسول خدا ؐ کے تبرکات ہمارے لئے مانگ لے اور کسی کے ہاتھ فوراً دمشق بھیجدے۔ حاکم مدینہ نے یہ خط امام علیہ السلام کو دکھایا۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت کیا پھر فرمایا ہم کو چند روز کی مہلت

کو جمع کر کے بلکہ ان کے علاوہ کچھ اور چیزیں اپنی طرف سے شامل کر کے حاکم مدینہ کے حوالہ کر دیں اور اس نے بحفاظت تمام دمشق کو بھیجدیں ہشام انھیں دیکھکر بہت خوش ہوا لیکن جب زید کو دکھائیں تو انھوں نے صاف کہدیا کہ یہ تمھیں دھوکا دیا ہے ان میں سے ایک چیز بھی تبرکات رسولؐ میں سے نہیں ہے۔ ہشام نے امام علیہ السلام کو لکھا کہ ہمارا فرستادہ مال تو آپ نے لے لیا مگر جو کچھ میں نے طلب کیا تھا وہ نہ دیا۔ حضرت نے جواب میں لکھ بھیجا کہ میرے پاس جو کچھ تھا تمھارے پاس بھیجدیا اب تم کو اختیار ہے چاہے اعتبار کرو یا نہ کرو۔ ہشام نے حضرت کی تحریر کو مان لیا اور تمام اہل شہر کو بلا کر وہ چیزیں فخریہ دکھلائیں اور کہا یہ تبرکات رسولؐ ہیں جو امام محمد باقر علیہ السلام نے میرے لئے بھیجے ہیں۔

جب ہشام کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اس نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا یعنی بظاہر تو امام علیہ السلام سے موافقت دکھلائی اور زید سے مخالفت لیکن خفیہ طور پر زید سے یہ قرارداد ہوئی کہ میں ایک زین میں زہر قاتل جذب کرا کے تمھارے ہمراہ کرتا ہوں تم اس کو میری طرف سے بطور تحفہ امام کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اس کے استعمال سے وہ سم قاتل ضرور ایک نہ ایک دن ان کی ہلاکت کا باعث ہو جائے گا۔

## ۱۶۔ زید کی سفارش میں ہشام کا خط

ہشام نے حضرت کو ایک خط بھیجا اور اس میں لکھا کہ میں آپ کے ابن عم (زید بن حسن) کو آپ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آپ ان کو علم و ادب تعلیم فرمائیں اور وہ آپ ہی کی خدمت میں رہا کریں

ایک گھوڑے کا زین بطور تحفہ بھیجتا ہوں۔ آپ اسپر سوار ہوا کریں۔
جب زید نے وہ خط امام کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا تم پر بڑا افسوس ہے تم نے ایک بڑے عظیم الشان امر کا ارادہ کیا ہے۔ تمھارا گمان یہ ہے کہ میں اس سے واقف نہیں۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ یہ زین جس کو ہشام نے تمھارے ہاتھ بھیجا ہے کیا چیز اس کے اندر چھپائی گئی ہے لیکن کیا کروں کہ میری موت یوں ہی مقدر ہوئی ہے۔

## ۱۷۔ امام علیہ السلام کی وفات

جب زید چلے گئے تو آپ اس زین پر سوار ہوئے اس میں اس قیامت کا زہر تھا کہ فوراً حضرت کے بدن میں اس کا اثر دوڑ گیا اور موت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ تین دن تک نہایت بے چینی رہی۔ آخر آپ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر فرمایا بیٹا! میں آج اس دنیائے فانی سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اسی دن کی رات کو حضرت رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی تھی۔ ابھی ذرا دیر کو میری آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ بیٹا وہ وقت قریب ہے کہ تم جنت میں ہمارے پاس ہو بیٹا تم جا کر مدینہ کے کچھ ذی اثر لوگوں کو بلا لاؤ۔ تاکہ ان کے سامنے چند وصیتیں کروں۔ جب وہ لوگ آگئے تو آپ نے امام جعفر صادقؑ سے فرمایا بیٹا! مجھکو تم ہی غسل دینا تم ہی کفن پہنانا۔ میرا کفن تین کپڑوں سے ہونا چاہیے ان میں ایک تو وہ چادر ہو جس کو میں نماز پڑھنے کی حالت میں اوڑھ لیتا

میرے سر پر عمامہ ضرور باندھنا ۔ میری قبر کو زمین سے چار انگل اونچا کرنا
اور قبر پر پانی چھڑکنا ۔ اس کے بعد اہل مدینہ کو رخصت کیا ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کی آپ کے ہر حکم کی تعمیل میں بسر و چشم کرتا پھر گواہوں کی کیا ضرورت تھی ۔ فرمایا ! اے فرزند میں نے اس لئے ان کو بلایا کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ میرے وصی تم ہو اور میرے بعد تم سے امر امامت میں جھگڑا نہ کریں ۔

بیٹا ! میں تم کو وصیّت کرتا ہوں کہ میرے اصحاب کے ساتھ بہترین سلوک کرنا ۔ اور میرے مال میں سے کچھ روپیہ مجھ پر رونے والوں کے لئے وقف کر دینا تاکہ وہ دس برس تک بمقام منٰی موسم حج میں میرے اوپر گریہ کریں اور میری مظلومیت کا اعلان کرتے رہیں ۔

الغرض ہمارے پانچویں امام نے ستاون برس کی عمر میں ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ[1] میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں امام زین العابدین علیہ السلام کی قبر کے پاس ہے ۔

---

[1] تاریخ ابن خلکان میں ماہ ربیع الاول ۔ اور بعض کتابوں میں ماہ صفر بھی ہے ۔ منتخب السیر میں ماہ ذی الحجہ درج ہے اور یہی صحیح ہے ۔

# باب دوم

## (اخلاق وعادات وخصوصیات)

## ۱۔حضرت کی عبادت

امام محمد باقر علیہ السلام کو اپنے پدر بزرگوار کی طرح عبادت کرنے کا بے حد شوق تھا۔ اکثر راتیں آپ کو بیداری اور ذکر الٰہی میں گزر جاتی تھیں دن میں بھی زیادہ وقت آپ کا عبادت ہی میں بسر ہوتا تھا یہی حال روزہ کا تھا۔ اکثر آپ روزہ ہی سے رہتے تھے محراب عبادت میں جب کھڑے ہوتے تو خوف خدا سے بدن تھر تھر کانپتا جب تک کسی مجلس میں بیٹھتے زبان پر ذکر الٰہی جاری رہتا۔ ایک بار کسی نے عرض کی کہ آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ رونے لگے فرمایا اُف تم اس کو کثرت سے عبادت کرنا کہتے ہو۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ بلحاظ معبود کی جلالت وشان کے یہ کچھ بھی نہیں۔

## ۲۔غریبوں پر شفقت

حضرت نہایت رحم دل تھے ذرا سی کسی کی تکلیف نہ دیکھی جاتی تھی۔ غریب لوگوں کے گھروں پر تشریف لے جا کر ان کا حال دریافت فرماتے تھے اور جو ضرورت ان کی ہوتی تھی اس کو پورا کرتے تھے۔ اپنے آبا واجداد کی طرح خود فاقہ پر فاقہ کر لیتے تھے لیکن کسی مسکین ومحتاج کا بھوکا رہنا گوارا نہ تھا۔ موقوفہ زمینوں اور باغوں سے جو روپیہ آتا تھا

اس میں سے ایک حبّہ اپنی ذات پر صرف نہ فرماتے تھے بلکہ فقرا و مساکین کی ضرورتیں پوری کر دیتے تھے۔

## ۳- تواضع اور فروتنی

حضرت نہایت متواضع اور منکسر طبیعت تھے بالخصوص غربا کے ساتھ جب فقرائے مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ ان کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے بلکہ اپنی عبا کا دامن بچھا کر ان کو بٹھاتے تھے بڑی دلجوئی سے ان کا حال پوچھتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں اگر کوئی حاجت مند مل جاتا تھا اور آپ سے کچھ کہنا چاہتا تھا تو اس کی بات سننے کے لئے فوراً کھڑے ہو جاتے تھے اور بڑی توجہ سے اس کا دردِ دل سنتے تھے۔ دنیوی زیب و زینت سے آپ کو سخت تنفر تھا۔

## ۴- زہد و ورع

دنیوی معاملات سے آپ کو بہت ہی کم تعلق تھا اسی وجہ سے آپ کے حالات بہت ہی کم ہیں۔ آپ نے مدت العمر زاہدانہ زندگی بسر کی۔ مال دنیا کی آپ کی نظر میں کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ ہمیشہ پیوند دار لباس پہنتے تھے۔ ایک بوریئے پر بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اکثر لوگ آپ کی خدمت میں گراں قدر تحفے بھیجتے تھے لیکن آپ کبھی خود ان سے فائدہ حاصل نہ کرتے تھے بلکہ دوسروں پر اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

## ۵- صبر و شکر

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بڑے صابر و شاکر تھے ۔ آپ کو اپنی زندگی میں بہت سے ایسے موقعے پیش آئے کہ دوسرا برداشت نہ کر سکتا تھا لیکن آپ نے انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا غیروں کا کیا ذکر خود حضرت کے بعض ناعاقبت اندیش عزیز آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچاتے تھے ۔ زید کا واقعہ پڑھ چکے ہو کہ حضرت کی تذلیل میں کون سا دقیقہ انھوں نے اُٹھا رکھا تھا لیکن آپ نے بڑے صبر سے کام لیا ۔ شکر کی یہ حالت تھی کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے ہر نعمت پر شکر خدا تھا ۔ ہر حالت پر شکر خدا تھا ۔

## ۶- غلام نوازی

حقیقت یہ ہے کہ ان غلاموں کی قسمت جاگ اُٹھتی تھی جو اہلبیت رسولؐ کی غلامی میں آجاتے تھے ۔ امام محمد باقر علیہ السلام اپنے غلاموں پر حد درجہ شفیق تھے غلام اس تمنا میں رہتے تھے کہ حضرت ہم سے اپنی خدمت کرائیں لیکن آپ حتی الامکان اپنے تمام کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دے لیتے تھے ۔ پہلے کھانا غلاموں اور کنیزوں کو کھلا دیتے تھے تب آپ نوش فرماتے تھے ۔ اچھا کھانا ان کو دیتے تھے ۔ معمولی کھانا آپ کھاتے ۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے ذرا سا بہانہ کافی ہوتا تھا ۔ کبھی آپ نے کسی غلام سے سختی سے کلام نہیں کیا ۔ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا ۔

## ۷۔ صلہ رحم

حضرت اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے بڑی شفقت وہمدردی کے ساتھ ملتے تھے اور جہاں تک ان کی امداد ہو سکتی تھی فرماتے تھے اپنی ضرورتوں پر ان کی ضرورتوں کو مقدم سمجھتے تھے۔

## ۸۔ علم وفضل

اسلام کے تمام مورخین و محدثین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جتنے علوم دنیا میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے وہ اولاد امام حسن اور اولاد امام حسین علیہم السلام میں کسی اور سے نہیں ہوئے اسی وجہ سے حضرت کا لقب **باقر** ہے جس کے معنی علم کے پھیلانے والے کے ہیں۔ علم تفسیر، علم کلام، احکام شرع اور علم فقہ وغیرہ نے آپ سے بہت رواج پایا۔

**محمد بن مسلم** کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں رہ کر تیس ہزار حدیثیں یاد کیں۔ جابر بن عبد اللہ انصاری جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابہ میں ایک خاص مرتبہ رکھتے تھے برابر حضرت کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور مسائل دین پوچھا کرتے تھے ذیل میں ہم چند واقعات حضرت کی تعلیم کے متعلق درج کرتے ہیں۔

۱۔ ایک مرتبہ **عمر بن عبید** نے جو فرقۂ معتزلہ کا ایک امام مانا جاتا ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے

اولم یر الذین کفروا ان السمٰوات کیا کفر کرنے والے اس بات کو نہیں دیکھتے کہ آسمان زمین
والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما ۵ دونوں پہلے بستہ تھے ہم نے ان کو شگافتہ کیا۔

آپ نے فرمایا آسمان بند تھا یعنی کوئی قطرہ آسمان سے زمین پر نہیں برستا تھا اور زمین بستہ تھی یعنی کسی قسم کی گھاس اس میں نہ اُگتی تھی جب خدا نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائی تو زمین شگافتہ ہوئی نہریں اس میں جاری ہوئیں۔ درخت پھوٹے اور پھل نکلے۔ آسمان سے پانی برسا پس رتق و فتق سے یہی مراد ہے۔

۲۔ ایک بار طاؤس یمانی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ بنی آدم کا ۱/۳ حصّہ کب ہلاک ہوا۔ فرمایا ایسا تو کبھی نہیں ہوا بلکہ تم کو یہ پوچھنا چاہیئے کہ تمام انسانوں کا چوتھا حصّہ کب ہلاک ہوا ایسا اُس روز ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ اس وقت چار آدمی تھے۔ آدم۔ حوّا۔ قابیل اور ہابیل۔ پس ہابیل کے قتل ہونے سے ایک چوتھائی کم ہو گیا۔

طاؤس یمانی نے پوچھا انسان پھر کس کی نسل سے پیدا ہوئے قاتل کی یا مقتول کی۔ فرمایا ان میں سے ایک بھی نہیں بلکہ حضرت آدم کے فرزند اور وصی جناب شیث سے نسل انسان چلی۔

۳۔ طاؤس یمانی نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو تھوڑی تو حلال تھی اور بہت حرام فرمایا وہ نہر طالوت تھی جس کا زیادہ پانی پینا حرام تھا اور ایک چلّو پینا حلال۔

طاؤس۔ وہ کونسا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا۔

لے اِنّی نذرت للرحمٰن صوماً فلن اکلّم الیوم انسیا

یعنی انھوں نے اس روزہ میں کسی آدمی سے کلام نہیں کیا تھا۔

طاؤس ۔ وہ کونسی شے ہے جو کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی؟

امام ۔ وہ عمر ہے۔

طاؤس ۔ وہ کون چیز ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں؟

امام ۔ سمندر ہے۔

طاؤس ۔ وہ کون چیز ہے جو ایک مرتبہ اُڑی تھی پھر کبھی نہ اُڑی۔

امام ۔ وہ کوہ طور[1] ہے (جو اُڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر سایہ کی طرح آگیا تھا)

طاؤس ۔ وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے سچّی گواہی دی اور خدا نے اُس کو جھوٹا سمجھا۔

امام ۔ وہ منافقوں کی گواہی ہے جو اُنھوں نے حضرت رسول خدا کی رسالت کے متعلق دی تھی مگر خدا نے ان کو جھوٹا قرار دیا۔ (یعنی رسول کی رسالت تو سچی تھی مگر منافقوں کا کہنا اس لئے جھوٹا تھا کہ وہ دل سے نہیں مانتے تھے بلکہ صرف زبان سے کہتے[2] تھے

۴ ۔ ایک شخص نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرے مال سے ایک ہزار درہم خانۂ کعبہ کے لئے بھیجدینا ۔ مرنے کے بعد اس کا وصی یہ رقم لیکر مکہ آیا مگر حیران تھا کہ اس کو کیونکر صرف کرے ۔ لوگ اس کو ابن شیبہ کے پاس لے آئے اس نے کہا تم یہ روپیہ ہمیں دیدو۔ تم بری الذمّہ ہو جاؤ گے ۔ وہ اس پر راضی نہ ہوا اور امام محمد باقر علیہ السلام

---

[1] اذ نتقنا الجبل فوقھم کانھم ظلّہ [2] اذا جاءك المنافقون قالوا نشھد

کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کو دریافت کیا - فرمایا - خانہ کعبہ ان روپیوں کا محتاج نہیں - بلکہ ایسے حاجی تلاش کرو جن کے پاس زاد راہ یا سواری نہ ہو اور وہ اپنے گھر تک نہ پہونچ سکتے ہوں - پس یہ روپیہ ان کو دینا چاہیئے -

۵ - ایک دن **ابو خالد کابلی** نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آیت میں (فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا) نور سے کیا مراد ہے - فرمایا اس سے مراد ہیں ہم ائمہ - خدا کی قسم ہم ہی نور خدا ہیں جو اس کی طرف سے اترے ہیں اور ہم ہی زمین و آسمان میں نور خدا ہیں جیسا کہ اس آیت میں ذکر ہے - اللہ نور السمٰوات والارض

پھر حضرت نے فرمایا جب آیۂ یوم ندعوا کلّ اناس بامامھم (اس روز ہم آدمیوں کے تمام گروہوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے) نازل ہوئی تو لوگوں نے حضرت رسولؐ خدا سے پوچھا کیا آپ تمام لوگوں کے امام نہیں ہیں - فرمایا میں لوگوں کے لئے تا قیامت رسول ہوں لیکن میری اولاد میں سے امام ہوں گے جو میری طرح خدا کی طرف سے معین ہوں گے لیکن زمانہ کے گمراہ لوگ ان کو جھوٹا سمجھیں گے اور اُن پر اور اُن کے تابعین پر ظلم کریں گے - پس وہی مجھ سے ہیں، وہی میرے ساتھ ہیں، وہی روز قیامت بہشت میں میرے ساتھ ہوں گے اور جن لوگوں نے ان پر یا اُن کے تابعین پر ظلم کیا ہوگا وہ مجھ سے جدا رہیں گے -

۶ - **عبد الغفار** نصرانی نے ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام سے حسب ذیل سوالات کئے -

امام - جس کی زبان سے مومنین محفوظ رہیں۔
عبدالغفار - کون سی عادت بہترین عادات ہے ؟
امام - صبر۔
عبدالغفار - کون مومن زیادہ کامل ہے ؟
امام - جس کا خلق سب سے اچھا ہو۔
عبدالغفار - کون جہاد سب سے بہتر ہے ؟
امام - جس میں مجاہد کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے گئے ہوں اور اُس کا خون بہا دیا گیا ہو۔
عبدالغفار - کون سی نماز سب سے بہتر ہے ؟
امام - جس کا قنوت طولانی ہو۔
عبدالغفار - کون سا صدقہ زیادہ بہتر ہے ؟
امام - حرام چیزوں سے دور رہنا۔
عبدالغفار - بادشاہوں کے پاس جانے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں ؟
امام - تمہارے لئے بہتر نہیں۔
عبدالغفار - میں دمشق میں ابراہیم بن ولید بادشاہ شام کے پاس جانے کا قصد رکھتا ہوں کوئی خاص خرابی تو نہیں ؟
امام - بادشاہوں کے پاس جانا تین باتوں کی طرف مائل کرتا ہے۔ محبت دنیا - فراموشی مرگ اور تقدیر الٰہی پر کم راضی ہونا۔
عبدالغفار - چونکہ میں اہل و عیال رکھتا ہوں اس لئے کچھ نفع حاصل کرنے کے لئے وہاں جانا چاہتا ہوں۔
امام - میں ترک دنیا کے لئے نہیں کہتا بلکہ گناہوں کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہوں

# ۹۔ معجزات

ذیل میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے چند معجزات ملاجامی کی کتاب **شواہد النبوۃ** سے ترجمہ کرکے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جابرؓ عبداللہ انصاری بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا اس وقت میرا ہاتھ خالی ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی اگر اجازت ہو تو ایک قصیدہ آپ کے حضور میں پڑھوں۔ آپ نے اجازت دی۔ جب وہ پڑھ چکا تو غلام سے فرمایا حجرہ کے اندر سے روپیہ کی تھیلی اُٹھالا اور اس شخص کو لاکر دیدے۔ جب اس نے یہ سخاوت دیکھی تو عرض کی فرزند رسول اگر اجازت ہو تو اپنا دوسرا قصیدہ بھی پڑھوں۔ فرمایا پڑھ چنانچہ دوسرا قصیدہ بھی پڑھا آپ نے پھر اُسے ایک تھیلی روپیوں سے بھری ہوئی عطا فرمائی۔ اب اس کی طمع اور بڑھی اور تیسرا قصیدہ سنانے کی اجازت مانگی۔ حضرت نے اجازت دی اور پھر اُسے ایک اور کیسۂ زر عطا فرمایا۔ یہ ہمیشہ سخاوت دیکھکر اس کے ہوش اُڑ گئے۔ عرض کرنے لگا مولا! مجھے اس مال کی حاجت نہیں میں نے حضور کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے محض نجات آخرت کے لئے نہ کہ مال دنیا کی طمع کے لئے۔ مال دنیا میری نظر میں کچھ نہیں اور جو حقوق آپ کے خدا کی طرف سے میرے اُوپر ہیں ان کا پورا کرنا اپنے امکان سے باہر سمجھتا ہوں۔ میں نے حضور کے متعلق

اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

جابر کہتے ہیں میں نے عرض کی۔ مولا! آپ تو ابھی یہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ پھر یہ اتنی بڑی رقم کہاں سے آگئی۔ فرمایا ذرا حجرے کے اندر جاکر دیکھو کیا نظر آتا ہے۔ میں ارشاد امام کے بموجب اندر گیا دیکھا تو وہاں درہم و دینار کا کوئی نشان نہیں۔ حجرہ خالی پڑا ہے۔ واپس آکر عرض کی کہ حجرہ میں تو کوئی مال نظر نہیں آتا۔ فرمایا اے جابرؓ جو کچھ ہمارے پاس ہے تم پر ظاہر ہے مگر اسرار باطن جو بحکم خدا ہم پر ظاہر ہیں۔ ہر ایک سے بیان نہیں کئے جاسکتے وہ ہمیشہ پوشیدہ رہتے ہیں۔

۲۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا۔

ابو بصیر۔ کیا آپ ذرّیت رسول ہیں؟

امام۔ بے شک۔

ابو بصیر۔ کیا حضرت رسولؐ خدا جملہ علوم انبیا کے وارث تھے؟

امام۔ بے شک۔

ابو بصیر۔ کیا آپ نے حضرت رسولؐ خدا کے تمام علوم میراث میں پائے ہیں۔

امام۔ خدا کے فضل سے میں نے اپنے باپ کی میراث پائی ہے۔

ابو بصیر۔ کیا حضور کو یہ قدرت ہے کہ آپ کی دعا سے مردہ زندہ ہو جائے اندھا بینا بن جائے۔ مبروص اچھا ہو جائے۔ جو کچھ

امام - ہاں خدا کے فضل سے ایسا ممکن ہے - تم ذرا آگے تو آؤ -
ابو بصیر کہتے ہیں میں آگے بڑھا - آپ نے میری آنکھیں کھول
اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا "یا کافی" اور میرے چہرے پر
پھونک دیا - میں فوراً بینا ہو گیا - ہر شے کو بخوبی دیکھ سکتا تھا پھر آپ نے
فرمایا اگر تم چاہو کہ اسی طرح تمہاری آنکھیں کھلی رہیں تو یہ ممکن ہے لیکن
اس صورت میں تم کو پیش خدا حساب کے لئے کھڑا ہونا پڑے گا اور
اگر یہ چاہتے ہو کہ بے حساب داخل بہشت ہو تو نابینا رہنا منظور کرو
میں نے کہا مجھے نابینا رہنا ہی منظور ہے - پس میری آنکھیں پھر ویسی
کی ویسی ہی ہو گئیں -

۳ - زید بن حازم سے منقول ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے بھائی ہماری طرف سے گزرے ان کو دیکھکر آپ نے فرمایا - یہ کوفہ کی طرف جائیں گے اور وہاں مارے جائیں گے اور ان کا سر شہر میں پھرایا جائے گا پس جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا -

۴ ہشام بن عبد الملک کا مکان تعمیر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا واللہ یہ مکان گرایا جائے گا اور اس کی بنیادیں تک اکھاڑ ڈالی جائیں گی لوگوں کو یہ سن تعجب ہو لیکن جب ولید بادشاہ ہوا تو اس نے اس مکان کو بیخ و بنیاد سے گرا دیا -

۵ - فیض بن مظہر بیان کرتا ہے کہ میں ایک بار امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھنے گیا کہ سفر میں سواری پر نماز کس طرف

کہ آپ نے خود ہی یہ فرمایا ۔حضرت رسول خدا اپنی سواری پر اسی طرف کو نماز پڑھتے تھے جس طرف کو وہ چلتی تھی۔

۶۔ راوی کہتا ہے کہ مجھ کو امام محمد باقر علیہ السلام کی قدمبوسی کا اشتیاق تھا۔ مدینہ کو اسی غرض سے روانہ ہوا ۔ وہاں پہونچا تو سردی اور بارش سے سخت تکلیف اُٹھانا پڑی ۔ حضرت کے دروازہ پر پہونچکر متردد تھا کہ آواز دوں یا نہ دوں ابھی اسی سوچ میں تھا کہ حضرت نے کنیز کو آواز دیکر کہا دروازہ کھول دے کہ فلاں شخص آیا ہے اور اس کو سردی اور بارش سے سخت تکلیف پہونچ رہی ہے۔

۷ ۔ ایک شخص نے اپنے سر کے بال سفید ہونے کی حضرت سے شکایت کی ۔ آپ نے اس کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا تو سارے بال سیاہ ہو گئے۔

۸۔ راوی کہتا ہے میں نے حضرت سے پوچھا مومن کا حق خدا پر کیا ہے ۔ فرمایا اگر اس درخت سے (ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے) کہدے کہ تو میرے پاس چلا آ تو وہ چلا آئے گا ۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ اس درخت کو اپنی جگہ سے جنبش ہوئی اور چلنے لگا ۔حضرت نے اسے روکا اور وہ اپنی جگہ پر جم گیا۔

# باب سوم

## حضرت کے ارشادات عالیہ

ذیل میں ہم امام محمد باقر علیہ السلام کے وہ ارشادات درج کرتے ہیں جو حضرت کے علم و فضل کا بہترین ثبوت ہیں اور جن کو بڑے بڑے علماے اہلسنت نے اپنی تصنیفات میں درج کیا ہے۔

۱۔ **روح کی حقیقت** ۔ مثل ہوا کے متحرک ہے اس کو روح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ریح (ہوا) سے مشتق ہے۔ جو روح ذات انسان سے مخصوص ہے تمام ہواؤں سے پاکیزہ تر ہے۔ روح مخلوق ہے۔ مصنوع ہے حادث ہے (آریوں وغیرہ کے خیال کے مطابق قدیم نہیں) اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔ وہ ایسی لطیف شے ہے کہ اس میں نہ کسی کی سنگینی محسوس ہوتی ہے نہ سبکی۔ وہ ایک باریک اور رقیق شے کثیف قالب میں اس طرح پوشیدہ ہے جیسے مشک میں بو۔ مشک چاہے کتنی ہی بو دے بو کی کثرت سے وزن میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور اگر بو جاتی رہے تو وزن میں کوئی کمی نہیں آتی روح نکل جانے کے بعد اعضا کے کل احساس فنا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ **جزا و سزا** ۔ قیامت کے دن خدا ہر انسان سے اتنا ہی حساب لے گا جتنی عقل اسے دنیا میں دی گئی ہے۔

نزدیک ستر ہزار عالموں سے بہتر ہے۔

۴۔ صحبت علماء۔ اگر میں ایسے عالم کی صحبت میں بیٹھوں جو مسائل دینی کا جاننے والا ہو اور میرا معتمد علیہ ہو تو یہ صحبت مجھے ایک سال کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔

۵۔ صفت علماء۔ خدا رحم کرے ان بندوں پر جو علم کو زندہ کرتے ہیں۔ کسی نے پوچھا علم زندہ کرنے سے کیا مراد ہے۔ فرمایا فکر آخرت اور خوف خدا کرنا۔

۶۔ صفت تعلیم۔ دوسروں کو تعلیم کرنا زکوٰۃ علم ہے جو شخص کسی کو راہ راست بتائے اس کا ثواب اُس شخص کے برابر ہے جو راستی پر عمل کرتا ہے اور جو کسی کو گمراہ کرتا ہے اُس کا گناہ اُس شخص کے برابر ہے جو ٹیڑھی راہ چلتا ہے۔ ایسے شخص کا گناہ کسی طرح کم نہیں ہوتا۔

۷۔ خودستائی کی مذمت۔ قرآن کے متعلق جس قدر تم جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو اور جو نہیں جانتے اس کو اپنے ہی تک رکھو کیونکہ خدا زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کے فاصلوں کو جانتا ہے خدا کا حق بندوں پر یہ ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے تو جو کچھ جانتا ہو اُسے بتلا دے اور جو نہ جانتا ہو اس کے متعلق چپ رہے اور اپنی تعریف اپنے منھ سے نہ کرے۔

۸۔ استعمال علم۔ جس وقت تم علم حاصل کر لو اور مسائل علمیہ سے واقف ہو جاؤ تو اپنے علم کو عمل میں لاؤ۔ علم کی تحصیل کے لئے تمہارا دل کشادہ اور حوصلہ فراخ ہونا چاہیے۔ کیونکہ ایسے شخص پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جس کا حوصلہ فراخ نہیں ہوتا اور علم زیادہ حاصل کر لیتا

ہے ۔ ایسا آدمی خود ستائی کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ اگر شیطان تم سے مخالفت ظاہر کرے تو اس سے جہاد کرو اور اس کے اغوا کا جواب ان باتوں سے دو جن کو تم جانتے ہو۔

پڑھانے والے کا ثواب پڑھنے والے کے برابر اور اس کے لئے دونوں فضیلتیں موجود ہیں پڑھانے کی بھی اور یاد رکھنے کی بھی ۔ جو لوگ صاحبان علم ہیں اُن سے علم حاصل کرو۔

۹ ۔ **ریاکار عالم کی مذمت** ۔ جو شخص اس غرض سے تحصیل علم کرے کہ مجلس میں علماء کا مذاق اُڑائے یا جہلا سے بحث کرے یا قاضی و مفتی بن کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو ایسے عالم کی جگہ دوزخ میں ہے

۱۰ ۔ **علم القرآن** ۔ کسی کے کہنے سے کوئی شے بے اذن خدا قرآن میں داخل نہ کرا ایسا کرنے پر تم دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاؤ گے کیونکہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تمام حسب و نسب رشتہ داری، دانائی اور وہ تمام احکام جو رسولؐ خدا کے بعد دین میں داخل کئے گئے ہیں منقطع ہو جائیں گے اور سوائے ان امور کے جو قرآن سے ثابت ہوں گے کوئی شے کام نہ آئے گی۔

میں جب تم سے کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق بیان کروں تو مجھ سے یہ دریافت کرلو کہ یہ قرآن میں کہاں ہے (اس سے حضرت کی غرض یہ تھی کہ قرآن میں ہر چیز موجود ہے) یاد رکھو! حضرت رسولؐ خدا نے تین چیزوں کی سخت ممانعت فرمائی ہے ۔ اول زیادہ گفتگو اور وہ بکواس جو کسی شخص کے بارے میں ہو ۔ خواہ وہ وہاں موجود ہو یا نہ ہو ... کثرت سوال یعنی

بے ضرورت اور بلا قصد عمل ان امور کو پوچھنا جن پر عمل کرنے کی ضرورت یا خواہش ہی نہ ہو۔

جب حضرت یہاں تک پہونچے تو ایک شخص نے پوچھا قرآن میں ان باتوں کا ذکر کہاں ہے۔ فرمایا زیادہ گفتگو کے متعلق یہ آیت ہے لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس (زیادہ بات چیت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں البتہ جب کہ یہ بات چیت صدقہ، نیکی یا لوگوں کی باہمی مصالحت کے متعلق ہو) اور تلف مال کے متعلق یہ آیت ہے۔ ولا توتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما (جو مال اللہ نے تمھارے پاس رکھا ہے ایسے بے وقوفوں کے حوالہ نہ کردو (تاکہ وہ برباد کر ڈالیں) اور کثرت سوال کے متعلق یہ آیت ہے لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (ایسی چیزوں کے متعلق مت سوال کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کی جائیں تو تمھیں برا لگے۔

۱۱۔ **اہل علم کی تمیز** ۔ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس کو دنیا کی خواہش یا اس سے نفرت نہ ہو۔ خواہش تو معلوم ہے مگر نفرت اکثر عزیزوں کی موت کے وقت محسوس ہوتی ہے۔ اگر یہ نفرت اور بے پروائی ان احکام کے مطابق ہے جو حضرت رسولؐ خدا نے بتائے ہیں تو بلا شبہہ ایسا شخص نجات پائے گا اور اگر حکم خدا و رسول کے خلاف دنیا کو ترک کر دے گا اور بدعتوں سے موافقت کرے گا تو وہ ہمیشہ گمراہ رہے گا۔

۱۲۔ **نہی عن المنکر** ۔ اگر کوئی شخص کسی کو خلاف حکم خدا و رسول کوئی کام کرتا ہوا پائے تو اُس کا فرض ہے کہ اُسے منع کرے۔

۱۳۔ **معرفت ذات الٰہی** ۔ کسی نے حضرت سے پوچھا کہ آپ تو حق کے

بارہ میں کیا خیال فرماتے ہیں - فرمایا میں اس کی ذات کے متعلق انہیں امور کا
خیال کرتا ہوں جو نہ عقل انسانی میں آسکتے ہیں اور نہ کسی حد کے اندر محدود
ہو سکتے ہیں - پس جس چیز کی طرف تیرا دھیان بندھے سمجھ لے کہ تیرا خدا اس کے
خلاف ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ تیرے تصور میں آسکے - خدا کی ذات میں تغیرات
نہیں ہوا کرتے اسی لئے کوئی مخلوق اس کی ذات کو سمجھ نہیں سکتی - وہ کسی چیز
میں سماتا ہی نہیں - دنیا کی کسی چیز کا اطلاق خدا کی ذات پر نہیں ہو سکتا کیونکہ
سب چیزیں حادث ہیں اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں -

ایک شخص نے پوچھا مجھے یہ بتائیے خدا کب سے ہے ؟ فرمایا وہ کب
نہ تھا کہ میں تجھے بتاؤں کہ وہ کب ہوا - میں اس کی ذات کو ہر قسم کے نقصان
اور ہر برائی سے پاک جانتا ہوں - وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا - وہ ہر شے
کو دیکھتا ہے - ہر آواز کو سنتا ہے - وہ بے مثل ہے اور ایسا جلیل المرتبہ ہے
کہ ہر حاجت کو اسی سے طلب کرنا چاہیے - نہ اس کے بی بی ہے نہ اولاد کیونکہ
ان کے ہونے سے اس کی ذات میں نقصان لازم آتا ہے -

ایک مرتبہ کسی نے امام علیہ السلام سے پوچھا خدا کب سے ہوا یعنی
کب سے اس نے درجۂ الوہیت حاصل کیا - فرمایا تیری عقل پر افسوس ہے
یہ بات تو اسی شخص کے لئے کہی جا سکتی ہے جو پہلے اس درجہ پر نہ ہو اور
بعد میں اس کو حاصل کیا ہو - ہمارا خدا ہمیشہ سے خدا ہی ہے - اس کی
کوئی قوت درجۂ کمال کو تدریجاً نہیں پہونچی - اس کے وجود میں کوئی جوان و
چرا نہیں - اس کا وجود کسی سبب سے حادث نہیں ہوا جس کی وجہ سے
اس کی ذات پر "کیسے ہوا اور کس وقت ہوا" کہنا لازم آئے - اس کے متعلق
"کہاں" کا لفظ بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کوئی شے اس کو گھیرے ہوئے

نہیں - جسم والی چیز ٹھیری جاتی ہے اس کے جسم کہاں ؟ وہ کسی چیز کے اوپر بھی نہیں جیسے دنیا کے بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھتے ہیں - اس نے بڑے بڑے مرتبے والے لوگ اس لئے پیدا نہیں کئے کہ ان کے ذریعہ سے وہ اپنے لئے خدا ہونے کا مرتبہ حاصل کرے - اس کو مخلوق پیدا کر کے کوئی قوت حاصل نہیں ہوئی اور نہ مخلوق پیدا کرنے کے بعد اُسے کوئی کمزوری محسوس ہوئی - اس نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ تنہائی سے گھبرا رہا تھا - اس کی بے مثل ذات مخلوق کی ذات وصفات سے ذرا بھی مشابہ نہیں . اس کی ربوبیت کی مثال دنیا کے بادشاہوں کی بادشاہت سے نہیں دی جا سکتی کیونکہ ایسی مثالوں سے اس کی ذات میں شرکت لازم آتی ہے - وہ ایسا سلطان ہے کہ اس کی سلطنت اور ربوبیّت عظیم المرتبہ مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے بھی قائم تھی -

وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا - اس کے وجود کو کسی کیفیت کی ضرورت نہیں وہ ایسا زندہ ہے کہ ہر چیز کا پہچاننے والا ہے وہ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے بھی بادشاہ قادر تھا - اس کے پیدا کرنے کے بعد اس کی شان جبروتی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا - ہم اس کے متعلق نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیا ہے - زیادہ زمانہ گزرنے سے وہ بوڑھا نہیں ہوتا - کسی قوت سے ڈرتا نہیں بلکہ سب اس سے خائف و ترساں ہیں - وہ زندہ ہے اور اس کی زندگی ختم ہونے والی نہیں وہ موجود ہے مگر کوئی اُسے معلوم نہیں کر سکتا اس کے وجود میں چون وچرا کی گنجایش نہیں - وہ اپنی تجویز اور ارادہ

کو حرکت دینے کا حاجتمند - کوئی اس کو اس کے ارادہ سے روک نہیں
سکتا نہ اس کے کام میں دخل دے سکتا ہے - اس کا کوئی کام ادھورا
نہیں رہتا - اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں - دنیا
کے تمام احکام اسی کی طرف سے ہیں - وہی زمین و آسمان کا پیدا
کرنے والا ہے - اُسے کسی امر میں شک نہیں ہوتا - وہ کسی بلا سے
عاجز نہیں ہوتا - کوئی بلا اس پر نازل نہیں ہوتی - کوئی بیماری اس کو لاحق
نہیں ہوتی - وہ اپنے کسی کام میں پشیمان نہیں ہوتا کوئی شخص کسی
معاملہ میں اس سے باز پرس نہیں کر سکتا - اس پر کوئی اعتراض نہیں
کیا جا سکتا - دنیا کا انتظام کرنے سے وہ تھکتا نہیں نہ اُس کو نیند آتی
ہے نہ پینک - جو کچھ آسمان و زمین کے اندر ہے سب اسی کی ملکیت ہے -

**۱۴ - ذات خدا کے متعلق بحث نہ کرو -** تمام چیزوں کی
خلقت میں گفتگو کرو - سوائے ذات خدا کے کیونکہ اس بارہ میں گفتگو کرنے
سے سوائے حیرت زیادہ ہونے کے اور کچھ حاصل نہیں - اسرار ذات
الٰہی تک انسان کی رسائی ناممکن ہے - اگر تم اُس کی عظمت پر غور کرنا چاہتے
ہو تو اس کی عظیم المرتبہ مخلوق پر غور کیا کرو - وہ تمام عیوب و نقصان سے پاک
ہے وہ اپنی قوت سے دن اور رات کو پیدا کرتا ہے پس جس نے
اُس کی کنہ ذات کے متعلق گفتگو کی وہ جہنمی ہوا - وہ اس وقت سے
ہے جب کوئی چیز نہ تھی اور اسی وقت سے سب چیزوں کا جاننے والا
ہے - اس کا علم ان چیزوں کی نسبت جو ہونے والی ہیں ایسا ہی ہے
جیسا کہ ان کے ہو جانے کے بعد ہوتا -

**۱۵ - صفات** ... امام محمد باقر علیہ السلام

نے پوچھا کہ قرآن میں جہاں غضبِ الٰہی کا ذکر ہے وہاں غضب سے کیا مراد ہے۔ کیا خدا پر بھی ایک حالت آتی اور ایک جاتی ہے۔ فرمایا غضب سے مراد عذاب ہے۔ اس پر انسان کی طرح کوئی حالت طاری نہیں ہوتی۔ جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے وہ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں داخل ہوتا ہے انھوں نے خدا کا قیاس مخلوق پر کیا ہے خدا کی ذات تغیر کو قبول نہیں کرتی۔

**۱۶- اجل محتوم اور اجل موقوف**۔ کسی نے پوچھا دو قسم کی موتوں سے کیا مراد ہے فرمایا ایک تو وہ موت ہے جو بعض لوگوں کو شب قدر میں معلوم ہو جاتی ہے اور دوسری وہ ہے جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔

**۱۷- نبی، رسول اور امام کا فرق**۔ نبی وہ ہے جو خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے اور بیداری میں اُس کی آواز سنتا ہے۔ رسول وہ ہے جو بیداری میں فرشتہ کی آواز سنتا ہے۔ خواب میں بھی فرشتہ کو دیکھتا ہے اور بیداری میں بھی۔ امام وہ ہے جو حالت بیداری میں فرشتہ کی آواز سنتا ہے اور اس کو خواب کی حالت میں دیکھتا ہے نہ کہ بیداری میں۔

ایک بار آپ نے یہ بھی فرمایا۔

نبی وہ ہے جو جبرئیلؑ کو خواب میں دیکھے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے پیغمبر نزول وحی سے پہلے تمام اسباب نبوت خواب میں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت درجۂ نبوت پر فائز ہوئے پھر جبرئیل اپنی

سے ظاہری طور پر ہمکلام نہیں ہوتے۔ حضرت رسول خدا خواب میں بھی جبرئیلؑ کو دیکھتے تھے۔ محدّث وہ لوگ ہیں جن سے ملائکہ باتیں کرتے ہیں اور وہ فرشتہ کی آواز سنتے ہیں لیکن وہ خواب یا بیداری میں ملائکہ کو دیکھ نہیں سکتے۔

**۱۸۔ معرفت امام اور اُمت بے امام کی مثال۔** حضرت آدم کی وفات سے ابتک خدا نے اپنی زمین کو کبھی اپنے خلیفہ سے خالی نہیں رکھا۔ جو شخص انتہائی شوق اور محنت کے ساتھ عبادت خدا کرتا ہو اور اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو تو ایسے شخص کا کوئی عمل درگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا وہ اپنے اعمال میں حیران و گمراہ رہتا ہے کیونکہ نہ وہ فقہ کے احکام جانتا ہے نہ اصول فقہ کے۔ وہ تمام مسائل میں ظن کی پیروی کرتا ہے۔ پس جس قدر وہ ایسے اعمال زیادہ کرتا ہے اتنا ہی زیادہ عذاب آخرت کا مستحق ہوتا ہے۔ اس کی مثال اس بکری کی سی ہے جو اپنے گلّہ سے چھٹ کر راستہ بھول گئی ہو۔ اور ہر طرف مضطر و پریشان پھر رہی ہو۔ رات آتے ہی جب بھیڑوں کے تمام گلّہ پر تاریکی چھا جائے تو وہ ایک دوسرے گلّہ سے جا ملے اور رات بھر اسی کے ساتھ بسر کرے۔ صبح کو جب چرواہا اپنی بھیڑوں کو ہنکا کرلے چلے تو اُس وقت اس بھولی بھیڑ کو پتہ چلے کہ یہ دوسرا گلّہ ہے۔ اب اس کو پھر پریشانی پیدا ہو۔ اور وہاں سے نکل کر کسی اور گلّہ میں جا ملے۔ اس کا گلہ بان ڈانٹ کر کہے کہ یہ گلہ تیرا نہیں ہے کہاں چلی آرہی ہے جا اور اپنے گلہ میں شامل ہو۔ مجبوراً اسے وہاں سے بھی علیحدہ ہونا پڑے۔ اب وہ ایسی حالت میں ہو جاتی ہے کہ اس کا [illegible] راستہ جانتی ہے نہ اپنے گھر کا پتہ

ایسی حالت میں بھیڑیا اسے تنہا پاکر حملہ کردیتا ہے اور کھاپی کر اپنا راستہ لیتا ہے۔ امت اسلامیہ کا بھی یہی حال ہے۔ ان کے پاس کوئی ایسا امام نہیں جو خدا کی طرف سے ان پر محافظ و نگراں مقرر ہوا ہو۔ اور اپنے تمام احکام میں عدالت کے ساتھ کام کرتا ہو۔ افراط و تفریط سے دور ہو پس جس گروہ کے لئے امام نہیں وہ ہمیشہ گمراہ رہے گا۔ اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مرجائے تو اس کی موت حالت کفر و نفاق میں ہوگی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ لوگوں کے بنائے ہوئے اور ان کے پیروِ دین خدا سے الگ ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے اعمال اس خاک کے مانند ہیں جس پر متواتر کئی دن تک تیز ہوا چلتی رہی ہو۔ اور خاک کے ذرّوں کو اُڑا کر کہیں سے کہیں لے گئی ہو۔

**۱۹۔ ائمہ طاہرین کے فضائل و مناقب۔** ہم اہلبیت خدائی راستوں کے رہنما ہیں جو خدا کی ربوبیّت کی دلیل ہے وہی وجود امامت کی دلیل ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے مشرق و مغرب سب خدا ہی کا ہے پس جس طرف بھی مُنھ کروگے وہ خدا ہی کی طرف ہوگا۔ اسی طرح تمام زمین امام کے زیر حکم ہے۔ وہ تمام روے زمین پر اس وجہ سے حجت خدا ہے کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو اور وہ پیروی ظن نہ کریں۔ کیونکہ ظن کی پیروی کرنا خدا کی خدائی کا انکار ہے۔ ہم اہلبیت خدا کے بندوں پر اس کی چشم رحمت اور دست کشادہ ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے تو سب اہل زمین فنا ہو جائیں۔ ہمکو اسی شخص نے پہچانا ہے جس نے ہمارے مراتب کی قدر کی ہے اور جس نے ہمارے مراتب کی قدر نہیں کی اُس نے متقیوں کی امامت کی قدر نہیں

[illegible]

آیندہ باتوں کے متعلق خدا کا علم دو طرح کا ہے ایک مخزونہ جس کی اطلاع مخلوقات میں کسی کو نہیں۔ دوسرے وہ علم جس کی اطلاع ملائکہ اور انبیاے مرسلین کو دی گئی ہے۔ ملائکہ جو کچھ انبیاء سے بیان کرتے ہیں وہ بالکل درست ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جو علم خدا سے مخصوص ہے اس سے وہ جس امر کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے۔ اگر ایک ساعت کے لئے بھی امام زمانہ روئے زمین پر نہ رہے تو نظام عالم میں وہ ابتری نمودار ہو جائے۔ جو طوفاں کے وقت دریا میں ہوتی ہے۔ جس نے خدا کو پہچانا اور امام کو نہ پہچانا اس نے خدا کے غیر کی عبادت کی اور وہ خدا کی قسم گمراہ ہے۔ ہم اہلبیت خدا کے خزینہ دار ہیں سونے چاندی کے نہیں بلکہ اس کے علم کے۔

## ۲۔ پند و نصائح

۱۔ استغنا اور فقر دونوں مومن کے دل کے آس پاس گھومتے رہتے ہیں۔ جب مقام توکل تک پہونچتے ہیں تو اس دل کو اپنا وطن بنا لیتے ہیں۔

۲۔ کوئی عبادت اس سے بہتر نہیں کہ آدمی اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہ کو حرام سے بچائے۔

۳۔ جس قدر تمھارے دل میں کسی بھائی کی محبت ہے اتنی ہی اسکے دل میں اپنی سمجھو۔

۴۔ خدا نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں چھپایا ہے۔ اپنی مرضی کو

... کبر داخل ہوتا ہے اس کی عقل ناقص ہو جاتی ہے۔

۶۔ کمینوں کا ہتھیار بد کلامی ہے۔

۷۔ ایک عالم کی موت شیطان کو ستر عابدوں کی موت سے زیادہ پسند ہے

۸۔ اے جابر تم سمجھے بھی دنیا کیا ہے اور کیا ہو جائے گی؟ وہ ایک ایسا مرکب ہے جس پر تم سوار ہوئے تھے یا ایک ایسا لباس ہے جسے تم نے پہنا تھا یا ایک ایسی عورت ہے جس سے تمہارا تعلق تھا۔

۹۔ مومن دنیا پر کبھی اطمینان نہیں کرتا کیونکہ وہ مٹنے والی ہے اور نہ آخرت سے بے خوف ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑی خوفناک جگہ ہے۔

۱۰۔ دنیا والو! پرہیزگار لوگ تمہاری سب سے زیادہ مدد کرنے والے ہیں اگر تم بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد کریں اور اگر تم انھیں یاد کرو تو وہ تمہاری مدد کریں وہ اللہ کے حقوق کے نگہبان ہیں اور امر خدا کے قائم کرنے والے ہیں۔

۱۱۔ دنیا کو تم ایک منزل کی طرح سمجھو کہ اُس میں اُترتے تھے پھر کوچ کر گئے یا ایک خواب دیکھا تھا جس کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔

۱۲ کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا جب تک کامل العقل نہ ہو اور عقل کامل نہیں ہو سکتی جب تک اس میں دس باتیں نہ ہوں (۱) نیکی کی اس سے امید ہو (۲) اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں (۳) اپنے لئے زیادہ نیکی کو بھی کم سمجھے (۴) دوسروں کی زیادہ برائی کو کم جانے (۵) اپنی حاجتوں کا طلب کرنا خدا سے بند نہ کرے (۶) طلب علم سے اُکتائے نہیں (۷) ذلت (راہ خدا میں) ...

مالداری سے زیادہ پسند کرے (۹) دنیا میں قوت لایموت اس کو کافی ہو (۱۰) جب کوئی اُسے ملے تو یہی خیال کرے کہ وہ مجھ سے بہتر اور پرہیزگار ہے

**۱۳** - آدمی دو طرح کے ہیں - ایک وہ جو تم سے بہتر و پرہیزگار تر ہے دوسرا جو بدتر اور پست تر ہے - جب بہتر سے ملو تو اس لئے بتواضع پیش آؤ کہ وہ تم سے مرتبہ میں زیادہ ہے اور بدتر سے ملو تو اس خیال سے اس کو اپنے پر فوقیت دو کہ شاید اس کی نیکیاں چھپی ہوئی ہوں - جو شخص ایسا کرے گا اپنے زمانہ کا بہترین انسان ہوگا -

## ۲۱ حضرت کی دعائے قنوت

الٰہی! تیرے نور کامل نے ہم کو ہدایت کی - تو نے اپنے حلم سے ہمارے گناہوں کو بخشا تو نے اپنے کشادہ ہاتھوں سے ہم کو عطا کیا - حمد و ثنا کی سزاوار تیری ہی ذات ہے - تیری ذات تمام ذاتوں سے اکرم ہے - تیری طرف سب طرفوں سے بہتر ہے - تیری بخشش سب بخششوں سے زیادہ نافع ہے - تو اطاعت کرنے والوں کا شکر گزار ہے - گناہ گاروں کے گناہ کو بخشدیتا ہے - مضطر کی دعا کو قبول کرتا ہے - سختی کو دور کرتا ہے - بیمار کو شفا دیتا ہے - کرب سے بچاتا ہے تیری نعمتوں کا کوئی شکر ادا نہیں کرسکتا - تیری نعمتوں کا شمار نہیں۔ خداوندا سب کی آنکھیں تیری طرف اُٹھی ہوئی ہیں - گردنیں تیری طرف بلند ہیں - ہاتھ تیری طرف اُٹھے ہوئے ہیں - زبانیں تجھ سے دعائیں مانگ رہی ہیں اور اعمال میں تیری رحمت کے خواستگار ہیں -

اے ہمارے پالنے والے! ہمکو بخشش دے، ہم پر رحم کر اور ہمارے

اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ کشادگی عطا کر اور تو سب سے
بہتر کشادگی عطا کرنے والا ہے۔ خداوندا! ہم تجھ سے اپنے نبی کے
فقدان کی، اپنے امام کی غیبت کی، اپنے دشمنوں کی کثرت کی،
ناصروں کی قلت کی زمانہ کی مخالفت کی۔ فتنوں کے برپا ہونے کی
شکایت کرتے ہیں۔ خداوندا تو ہماری مدد کر۔ ہماری مصیبتوں کو دور کر
اور اپنی رحمت سے ہم کو ڈھانپ لے۔

# ۴۔ نوادر اقوال

۱۔ خدا نے جنت کو دوزخ سے پہلے، طاعت کو معصیت سے پہلے
رحمت کو غضب سے پہلے۔ خیر کو شر سے پہلے۔ زمین کو آسمان سے پہلے۔ حیات کو موت
سے پہلے۔ سورج کو چاند سے پہلے۔ نور کو ظلمت سے پہلے پیدا کیا۔

۲۔ چار آدمیوں سے دوستی نکرو۔ احمق۔ بخیل۔ بزدل۔ جھوٹا۔ احمق
تمھیں نفع پہونچانا چاہتا ہے مگر نقصان پہونچا دیتا ہے۔ بخیل تم سے
کچھ لینا چاہتا ہے......... بزدل تم سے اور اپنے والدین سے
بھاگتا ہے۔ جھوٹا جو کچھ کہتا ہے اس کی تصدیق کوئی نہیں کرتا۔

۳۔ ہر بندہ تین باتوں کے درمیان ہے۔ بلا۔ قضا اور نعمت پس
جب بلا آئے تو صبر کرو۔ اور رضائے الٰہی پر تسلیم اختیار کرو اور نعمت کے
وقت شکر ادا کرو۔

۴۔ تین قسم کے آدمی قرآن پڑھنے والے ہیں ایک اس لئے پڑھتا
ہے کہ اس سے کچھ کما کھائے دولتمندوں تک رسائی پیدا کرے۔ لوگوں

حروف کو حفظ کرے اور اس کے احکام کو ضائع کردے اور تیسرا اس لئے
پڑھتا ہے کہ قرآن کو امراض قلب کی دوا قرار دے پس وہ راتوں کو جاگتا
ہے اور دنوں میں اس کے پڑھنے کا شائق رہتا ہے۔ مسجدوں میں اس کی
تلاوت کرتا ہے۔ بستر پر لیٹ کر اس کا ورد کرتا ہے۔ خدا اُس کی بلاؤں
کو دور کرتا ہے، دشمنوں کو دفع کرتا ہے۔ اس کی دعا سے مینھ برساتا ہے
ایسے قرآن پڑھنے والے بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔

محمد باقر

۶۲۳۰